ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

نومبر، دسمبر ۱۹۹۲ء

ظلم کا دستِ بہانہ جو

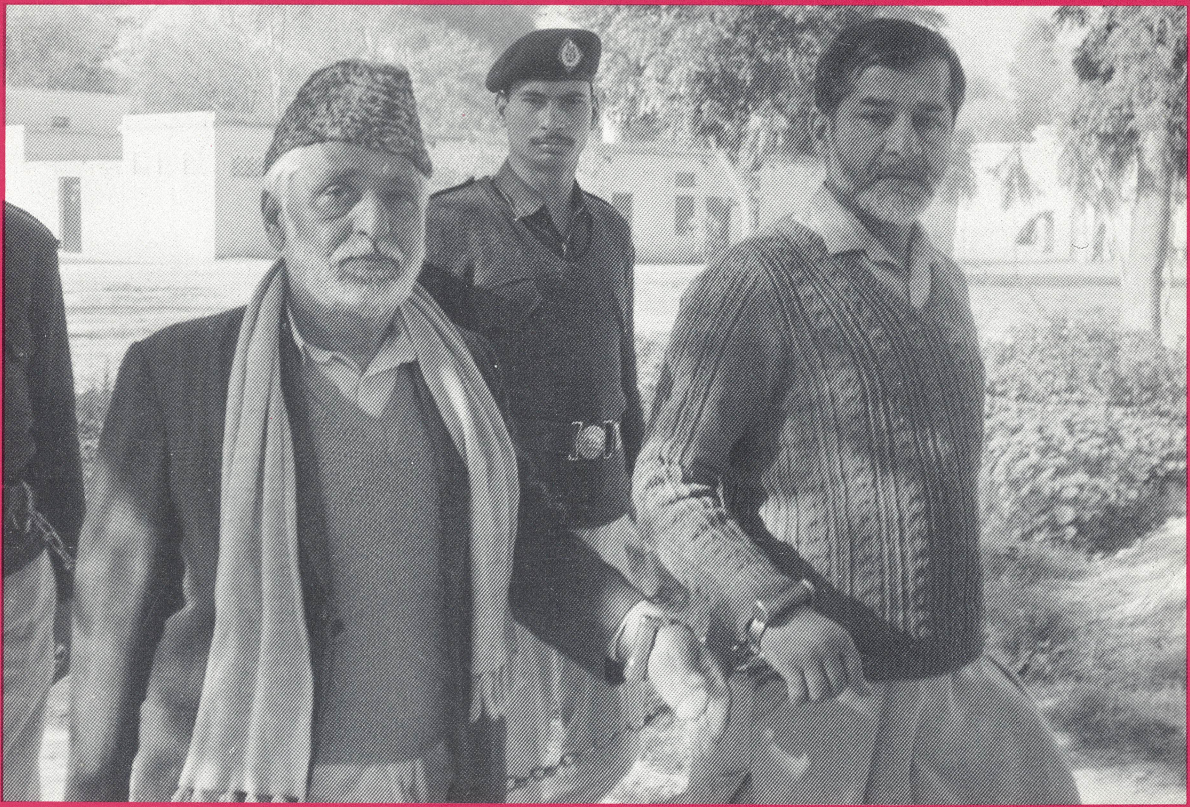

پاکستان میں محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ ڈیرہ غازی خاں اور ان کے ایک ساتھی کو اس
بناء پر گرفتار کر لیا گیا کہ انہوں نے قرآن مجید کا سرائیکی ترجمہ کیوں شائع کیا !

حضور کے دورہ جرمنی ۱۹۹۲ء کے دوران شعبہ تعلیم جرمنی کی طرف سے جرمن سکولوں میں زیرِ تعلیم احمدی طلباء سے حضور کی ملاقات کے مناظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

ماهنامه

اخبار احمدیہ

جمادی الاوّل - جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ نبوت - فتح ۱۳۷۱ھش نومبر - دسمبر 1992ء

فہرست مضامین

اداریہ	۲
قرآن وحدیث	۴
ملفوظات	۵
نعت صلی اللہ علیہ وسلم	۶
خطبہ جمعہ	۷
ہستی باری تعالےٰ	۱۵
مقالہ خصوصی	۲۵
والدین کی ذمہ داریاں	۲۷
نظم	۳۲
دلچسپ ریڈیو مکالمہ	۳۳
رپورٹ جلسہ سالانہ	۳۵
جرمن لٹریچر کا اردو تعارف	۳۹
مقابلہ مقالہ نویسی	۴۰
انٹرنیشنل بک فیئر	۴۱
سالانہ تقریبات	۴۴

جلد نمبر ۱۷ ❀ شمارہ ۱۱، ۱۲

مجلس ادارت

صدر مجلس: عبداللہ واگس ہاؤزر، امیر جماعت احمدیہ جرمنی

ایڈیٹر: عرفان احمد خان

نائبین: خلیق سلطان انور، ڈاکٹر وسیم احمد طاہر

خطاطی: سعید اللہ خان، نصر اللہ ناصر

پبلشر: فلاح الدین خان

مینیجر: محمد ارشد

سالانہ چندہ بمعہ ڈاک خرچ

یورپ ــــ ۲۴ مارک
امریکہ وکینیڈا ــ ۲۰ ڈالر
آسٹریلیا، جاپان ــــ ۲۵ ڈالر
انڈیا، پاکستان ــــ ۴۰۰ روپے

دفتر رابطہ: Mittelweg 43, 6000 Frankfurt / M. 1, Germany

قیمت : ۲ مارک

اداریہ

جرمن وزیرِ خارجہ کا دورۂ پاکستان

گذشتہ دنوں جرمنی کے وزیرِ خارجہ جناب KLAUS KRINKL نے پاکستان کا سرکاری دورہ کیا، جس میں آپ نے صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم، وزیرِ خارجہ کے علاوہ اپوزیشن لیڈر اور HUMAN RIGHTS کی جنرل سیکریٹری محترمہ عاصمہ جہانگیر سے ملاقاتیں کیں۔ محترم وزیرِ خارجہ نے پاکستان سے روانگی سے قبل ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا جس میں آپ نے ایک صحافی کی طرف سے پوچھے جانے والے سوال کے جواب میں پاکستان میں انسانی حقوق کے قوانین پر عمل درآمد سے متعلق اپنے عدم اطمینان کا اظہار کیا۔ اس ضمن میں آپ نے خصوصاً جماعتِ احمدیہ کے ساتھ کیے جانے والے ناروا سلوک کا بھی ذکر فرمایا۔

وزیرِ خارجہ کی واپسی کے بعد اُن کے اِس بیان کے حوالہ سے پاکستانی اخبارات میں بہت لے دے ہوتی رہی ہے۔ اداریہ نویسوں سے لے کر کالم نگاروں تک سب ہی نے اُن کے اس بیان پر اپنی ناپسندیدگی کا کھُل کر اظہار کیا ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ دن رات اسلام اسلام کی رَٹ لگانے والے اور صبح و شام اسلام میں اظہارِ افکار کی آزادی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے بعض اخبارات کے مالکان اور مدیران صاحبان سے اپنے مہمان کی پریس کانفرنس کا ایک فقرہ ہضم نہیں ہو سکا۔ پاکستان کے ایک معروف کالم نگار نے "کیا ہم گیدڑ ہیں" کے عنوان سے کالم لکھ کر اپنے دِل کی بھڑاس نکالی ہے۔ حالانکہ قارئین کو تاثر یہ ملتا ہے کہ بھڑاس کے ساتھ ساتھ دِل کا چور بھی باہر نکلے اور عنوان کی زینت بنے بغیر نہ رہ سکا۔ ہم نے پاکستانی اخبارات میں جرمن وزیرِ خارجہ کے حوالے سے شائع ہونے والی خبر اور تبصرے نیز جرمن وزارتِ خارجہ کی طرف سے جاری ہونے والے پریس نوٹ دونوں کا مطالعہ کیا اور ہمیں وزیرِ موصوف کا بیان حقیقت سے بہت قریب نظر آیا۔

پاکستان کے بعض اخبارات کے نزدیک "پاکستان میں کسی پر بھی ایسے حالات نہیں ہیں کہ وہ ملک چھوڑ کر چلا جائے"۔ کسی تفصیلی بحث میں جائے بغیر ہم اس ضمن میں اتنا ضرور عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اُن تفصیلی رپورٹوں کا مطالعہ کریں جو جرمن عدالتوں کے ایماء اور حکم پر جرمنی کی مختلف غیر جانبدار تنظیموں نے پاکستان کا تفصیلی مطالعاتی دورہ کرنے کے بعد لکھیں اور عدالتوں کو پیش کیں اور جرمن عدالتوں کے فیصلے انہی تفصیلی رپورٹس میں پیش کیے جانے والے حقائق کے زیرِ اثر لکھے جاتے رہے نہ کہ کسی "نظریہ ضرورت" کے تحت۔ ہمیں یقین ہے کہ ان غیر جانبدار تنظیموں کی تفصیلی رپورٹس جناب وزیرِ خارجہ جرمنی کے زیرِ مطالعہ بھی آئی ہوں گی اور اصل حقائق سے واقفیت کے بعد ہی اُن کی طرف سے سچ کا اظہار ممکن ہوا ہوگا۔

پاکستان کے حوالے سے پہلے صحافت ایک ایسا مقدّس پیشہ رہی ہے اور ایسے صحافی بھی پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے تعصب سے پاک رہتے ہوئے عوامی حقوق کے تحفّظ کے سلسلہ میں غیر جانبدار کردار ادا کیا۔ اسی طرح ماضی قریب میں بھی پاکستان کا صحافی متعصبانہ سوچ سے عاری ہو کر اور حقیقت کی آنکھ سے دیکھ کر منظر کشی کا قائل رہا ——— اگر آج کی صحافی برادری اپنے ماضی کے قابلِ تقلید اسلوب کی طرف لوٹنے کو تیار ہو تو پھر اُسے جرمنی کی ان تمام غیر جانبدار تنظیموں کی تیار کردہ رپورٹس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے جن کو پڑھ کر (جرمن عدالتوں کے غیر متعصب منصفوں اور حق گو جرمن وزیرِ خارجہ کی طرح) اس کا قلم بھی سچ لکھنے اور بولنے پر مجبور ہو جائے گا۔

دِلوں میں گھر بنانیوالی ایک محترم ہستی کا وِصال

موت ایک اٹل حقیقت ہے اور ہر انسان جو اس دنیا میں آیا ہے اس نے ابدی زندگی کی طرف واپس لوٹنے کے لیے موت سے ہمکنار ہونا ہے۔ یوں تو ہر انسان کی موت پر اس سے جسمانی تعلق کے ختم ہو جانے پر افسوس ہوتا ہے لیکن بعض شخصیات کی موت اپنی شخصیت کے حوالے سے معاشرہ کے ایک وسیع حلقہ کے لیے بہت صدمہ کا موجب ہوتی ہے، اور لوگ اس وفات پر بے حد غم و الم محسوس کرتے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ جرمنی کے نقطۂ نگاہ سے ایک ایسی محترم ہستی کا گذشتہ دنوں امریکہ میں انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

محترمہ نسیمہ بیگم اہلیہ مولانا عطاء اللہ کلیم سابق مشنری انچارج جرمنی کی وفات سے جماعت احمدیہ جرمنی کے سارے خواتین و احباب غم و اندوہ کی ایک خاص کیفیت سے دوچار ہوئے ہیں۔ محترمہ نسیمہ بیگم ایک واقفِ زندگی کی اہلیہ ہونے کے ناطے ساری زندگی خدمتِ دین میں اپنے خاوند کے ساتھ حصّہ دار بنیں۔ غانا کے نامساعد حالات میں آپ نے ایک لمبا عرصہ قیام کے دوران سینکڑوں افریقن بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔ جرمنی میں قیام کے دوران اپنی ہر دلعزیز شخصیت کی بدولت آپ نے معاشرہ میں ایک خاص مقام بنالیا تھا۔ مشن ہاؤس میں کام کرنے والے کارکنان کے ساتھ آپ کا حُسنِ سلوک ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے جگہ پاگیا۔ صد سالہ جوبلی کے مصروف سال کارکنان اپنے اپنے دفاتر سے فارغ ہوتے ہی سیدھے مشن ہاؤس آجاتے اور رات گئے تک اپنے اپنے فرائض کی سرانجام دہی میں مصروف رہتے۔ خالہ جی محترمہ ان کے گھروں میں فون کرکر کے ان کے بچوں اور اہلِ خانہ کو تسلّیاں دیتیں۔ آپ نے احمدی گھرانوں سے پیار کا ایسا تعلق قائم کرلیا تھا کہ آپ کی آمد کے تھوڑے عرصہ ہی میں ہر کوئی خالہ جی کا اپنا بن چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جس روز آپ کا جسدِ خاکی امریکہ سے ربوہ جاتے ہوئے فرینکفرٹ ایرپورٹ سے گزرا تو خالہ جی کی وفات پر آنسو بہانے والوں کا جمِ غفیر الوداعی سلام کہنے کی غرض سے وہاں حاضر تھا۔ —— آپ کی وفات ایک عرصہ تک جماعت جرمنی کے دلوں کو غمگین رکھے گی اور آپ کی یاد ہمیشہ جماعت جرمنی کے دلوں میں تازہ رہے گی۔ —— اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔ دنیا کے جس جس ملک میں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی عظمت کے قیام کی خاطر مرحومہ نے خدمت کی توفیق پائی اس کے اجر میں جنت کے دروازے ان پر کھول دے اور محترم مولانا عطاء اللہ کلیم کو تبلیغی مساعی، خدمتِ دین، وطن، غریب الوطنی اور عسر و یسر میں قدم قدم ساتھ دینے والی ساتھی کی وفات پر صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ محترم مولانا کی درازئ عمر کے لیے بھی ہم دعا گو ہیں۔ یہ فیض رساں وجود تادیر ہم میں موجود رہے اور لوگ اس سے فیضیاب ہوتے رہیں۔

oooooooooooooooooooooooo

اخبار احمدیہ کی ادارت کے دو سال

ماہ اکتوبر ۱۹۹۰ء کے مجلسِ عاملہ جرمنی کے ایک اجلاس میں جماعت جرمنی کے ماہانہ ترجمان اخبار احمدیہ کی ادارت خاکسار کے سپرد کردینے کا فیصلہ ہوا تھا۔ ادارت کا چارج لینے کے بعد ماہ دسمبر ۱۹۹۰ء کا شمارہ نئی مجلسِ ادارت کے تحت شائع ہوا۔ اس سے پہلے مجھے کسی رسالے کا مدیر ہونے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر سوونیئر کی اشاعت بطور ایڈیٹر میرا پہلا تجربہ تھا۔ اب ان دو سال کے دوران بہت سے تجربات اس فیلڈ میں حاصل ہوئے۔ —— پہلے شمارے کیلئے مواد موجود نہ تھا۔ شروع کے چند شماروں کا مواد ہم نے سلسلہ کے پُرانے اخبارات و رسال سے حاصلِ مطالعہ کی صورت میں فراہم کیا۔ لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس قدر مواد بغرضِ اشاعت موصول ہونا شروع ہوا کہ ہمارے لئے 40 صفحات کی محدود گنجائش میں اس کو شائع کرنا مشکل ہوگیا۔ گذشتہ عرصہ میں سلسلہ کے ممتاز اہلِ قلم حضرات اور بزرگان نے مضامین ارسال کرکے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ بعض بزرگان نے از خود خط لکھ کر اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہم اخبار احمدیہ کیلئے لکھنا چاہتے ہیں۔ اشاعت سے متعلق میری یقین دھانی پر اُن بزرگان نے اپنے مضامین ارسال فرمائے۔ لیکن کچھ عرصہ سے انتظامی مشکلات میں مسلسل اضافہ کے باعث اخبار کی اشاعت میں پہلی سی باقاعدگی ممکن نہ رہی تھی اس دوران اشاعت کیغرض سے موصول ہونیوالا مواد اکٹھا ہوتا رہا۔ میں ان تمام خواتین و حضرات اور بزرگان سے دلی طور پر معذرت خواہ ہوں جن کے مضامین مَیں شائع نہ کرسکا۔ البتہ اشاعت کی غرض سے موصول ہونے والی تحریریں میرے پاس محفوظ تھیں۔ یہ تمام مواد اب اخبارِ احمدیہ کی نئی انتظامیہ کے سپرد کردیا گیا ہے تاہم یہ تمام اہلِ قلم حضرات پوری مجلسِ ادارت کیطرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اسیرانِ راہ مولیٰ کا بھی ممنون ہوں جن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں ہم یکجا طور پر شائع کرسکے۔ ایک خواہش شہیدانِ راہِ مولیٰ کا خصوصی شمارہ شائع کرنے کی بھی تھی لیکن اس مختصر عرصہ میں اتنے اہم موضوع کے لئے مواد جمع کرنا اتنا آسان نہ تھا۔

مجلس ادارت کے اپنے ساتھیوں جناب ڈاکٹر عمران صاحب۔ خلیق سلطان انور۔ انس محمود منہاس۔ جناب اسمٰعیل نوری کا انتہائی ممنون ہوں جن کے بھرپور تعاون سے اخبار احمدیہ کی اشاعت ممکن ہوتی رہی۔ اسی طرح مکرم سعید اللہ خان کی روز و شب کی محنت اخبار کی بروقت اشاعت میں معاون و مددگار رہی۔ ریجنز میں اخبار احمدیہ کے نمائندگان نعیم الدین احمد۔ چوہدری ظہور احمد HAMBURG چوہدری عظمت اللہ KÖLN کا بھی ممنون احسان رہوں گا کہ آپ کے تعاون سے پوری جرمنی کی جماعتوں کی مساعی کی رپورٹیں اخبار احمدیہ کی زینت بنتی رہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

یکم جنوری ۱۹۹۳ء سے مکرم شمس الحق کو اخبار احمدیہ کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا ہے۔ مکرم شمس الحق اس سے پہلے بھی اخبار احمدیہ کی ادارت کی ذمہ داری ادا کرچکے ہیں۔ آپ ہی کی محنت و کاوش اور مستقل مزاجی کے تحت اخبار احمدیہ نے ماہانہ اخبار کی صورت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو یہ اعزاز مبارک کرے اور ان کی ادارت میں جماعت جرمنی کا یہ ترجمان ترقی کی منازل طے کرتا چلا جائے۔ آمین۔

القرآن الحکیم

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ٥ (العنکبوت آیت ۴۶)

ترجمہ:۔ اور نماز کو (اس کی سب شرائط کے ساتھ) ادا کر۔ یقیناً نماز سب بری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کی یاد یقیناً (اور سب کاموں سے) بڑی ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۙ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ۙ (الماعون آیات ۵، ۶)

ترجمہ:۔ اور ان نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مفتاح الجنّۃ الصّلوۃ ومفتاحُ الصّلوۃ الطہور (احمد)

جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی وضو ہے (یعنی درست طور پر وضو کر کے نماز ادا کی جائے تو اللہ تعالیٰ جنت میں لے جاتا ہے)

بین العبد وبین الکفر ترکُ الصّلوۃ (مسلم)

بندے اور کفر کے درمیان فرق صرف نماز کا ترک کرنا ہے (یعنی ایک مومن اگر نماز پڑھنا چھوڑ دے تو وہ کفر میں چلا جاتا ہے)

نماز پڑھو، نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے (فرمان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نماز کی طرف توجہ کرو

جس کی پابندی کے واسطے بار بار قرآن شریف میں تاکید کی گئی ہے

اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو

◎ "نماز کی طرف توجہ کرو جس کی پابندی کے واسطے بار بار قرآن شریف میں تاکید کی گئی ہے لیکن ساتھ ہی اس کے یہ فرمایا گیا ہے کہ

وَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ

ویل ہے ان نمازیوں کے واسطے جو کہ نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں..... نماز کیا ہے، ایک دُعا جو درد، سوزش اور حرقت کے ساتھ خدا تعالیٰ سے طلب کی جاتی ہے تاکہ یہ بد خیالات اور بُرے ارادے دفع ہو جاویں اور پاک محبت اور پاک تعلق حاصل ہو جائے اور خدا تعالیٰ کے احکام کے ماتحت چلنا نصیب ہو..... نماز بڑے بھاری درجہ کی دُعا ہے مگر لوگ اس کی قدر نہیں کرتے..... پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا کہ مشکلات کے وقت میں وضو کر کے نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور نماز میں دُعا کرتے تھے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ خدا کے قریب لے جانے والی کوئی چیز نماز سے زیادہ نہیں۔ نماز کے اجزاء اپنے اندر ادب خاکساری اور انکساری کا اظہار رکھتے ہیں۔ قیام میں نمازی دست بستہ کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ ایک غلام اپنے آقا اور بادشاہ کے سامنے طریق ادب سے کھڑا ہوتا ہے۔ رکوع میں انسان انکسار کے ساتھ جھک جاتا ہے۔ سب سے بڑا انکسار سجدہ میں ہے جو بہت ہی عاجزی کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔"

(تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء)

◎ "سوائے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔"

(کشتی نوح)

◎ "نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نئی جماعت آئی۔ انہوں نے نماز کی معافی چاہی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل)

◎ "جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

(کشتی نوح)

نعت

صلّی اللہ علیہ وسلّم

حضرتِ اقدس سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم
کُل نبیوں کے قائدِ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم

دائرۂ کُل محورِ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم
سارے رسولوں کے خاتم صلّی اللہ علیہ وسلّم

روحِ مقدّس جانِ مکرّم صلّی اللہ علیہ وسلّم
جسمِ محمّد نورِ مجسّم صلّی اللہ علیہ وسلّم

نقشِ قدم تھا زینتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم
آپؐ کے دم سے تھا دمِ آدم صلّی اللہ علیہ وسلّم

چشمۂ رحمت چشمِ پُرنم صلّی اللہ علیہ وسلّم
آبِ وضو ہے کوثر و زمزم صلّی اللہ علیہ وسلّم

مَظہرِ قُدرت آیۂ رحمت رازِ فطرت سِرِّ حقیقت
قاسمِ نعمت مُنعِمِ مُنعَم صلّی اللہ علیہ وسلّم

صُبحِ شریعت نورِ طریقت ماحئِ ظلمت قیّمِ وحدت
دستِ شفقت ناصر و ہمدم صلّی اللہ علیہ وسلّم

ابرِ دُرافشاں انجمِ رخشاں ماہِ تاباں مہرِ درخشاں
ہر ذرّۂ خاکِ زیرِ قدم صلّی اللہ علیہ وسلّم

ساقیٔ کوثر شافعِ محشر سارے رسولوں کے افسر
ہادیٔ برحق مصلحِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

سر پر آپؐ کے تاجِ رسالت ساتھ ہے عالمگیر شریعت
ہاتھ میں ہے توحید کا پرچم صلّی اللہ علیہ وسلّم

پیٹ پہ پتھر پُشتِ ناقہ آگے آگے فقر و فاقہ
پیچھے پیچھے جاہ و حشم صلّی اللہ علیہ وسلّم

غارِ حرا کا منظر و عالم یادِ خدائے راحم و ارحم
دستِ دعا و دیدۂ پُرنم صلّی اللہ علیہ وسلّم

"وہ" خندق وہ کردارِ عمل وہ عظمت و شان وقارِ عمل
اللہ اللہ کاوشِ پیہم صلّی اللہ علیہ وسلّم

ہیں مظہرِ ذات و صفاتِ خدا ہیں جلوہ گہِ انوارِ ہُدیٰ
آئینۂ صافی عکسِ اتم صلّی اللہ علیہ وسلّم

ہر ایک نبی اک دریا ہے ہر دریا آپؐ میں گرتا ہے
آپؐ ہیں دریاؤں کے سنگم صلّی اللہ علیہ وسلّم

سارے نبی ہیں چاند ستارے سقفِ فلک پر جیسے منارے
آپؐ ہیں سب کے نیّرِ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم

سارے رسولوں کی تصویریں آپؐ کی صورت میں ہیں پنہاں
آپؐ ہیں ایک مقدّس البم صلّی اللہ علیہ وسلّم

آدم سے تا حضرتِ عیسیٰ سب کی دُعاؤں کا ہیں نتیجہ
موعودِ ادیانِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

حضرت آدم سے تا ابنِ مریم سارے نبی ہیں آپؐ میں مُدغم
آپؐ آئینہ قدِ آدم صلّی اللہ علیہ وسلّم

روح سے بڑھ کر جان سے پیارا قیس کی امیدوں کا سہارا
قیس کے زخمِ دل کا مرہم صلّی اللہ علیہ وسلّم

از فرشِ زمیں تا عرشِ فلک ہر جنّ و بشر ہر حور و ملک
اے قیس یہ گاتے ہیں ہر دم صلّی اللہ علیہ وسلّم

قیس مینائی، نجیب آبادی

خطبہ جمعہ

تمام خرابیوں کا ایک ہی حل اور تمام بیماریوں کی ایک ہی دوا ہے اور وہ ہے عبادت کا قیام

سب سے اہم بات یہ ہے کہ عبادت پر قائم ہو جائیں اور عبادت کا مغز اور لقائے الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کریں

محبت الٰہی کے جلوے ڈھونڈیں، سچائی پر قائم ہو جائیں نیز لغو اور بیہودہ باتوں سے معاشرہ کو پاک کر دیں

آپ کے اندر ترقی کا مادہ موجود ہے، بڑھاپے کی بجائے جوانی کا خون زیادہ ہے اور بالعموم دین سے محبت پائی جاتی ہے

اللہ کرے آپ کی یہ خوبیاں آپ کی برائیوں کو زائل کرنے اور آپ کے اندر دائمی زندگی پیدا کرنے کا موجب بن جائیں

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بتاریخ ۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ء مطابق ۱۱ تبوک ۱۳۷۱ ہش بمقام ناصر باغ جرمنی

مرتبہ: مکرم منیر احمد صاحب جاوید، لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا۔

گذشتہ کچھ عرصہ سے تبتّل الی اللہ کے مضمون پر خطبات کا ایک سلسلہ جاری ہے جس میں مَیں جماعت کو تفصیل کے ساتھ یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جب ہم سے یہ توقع رکھتا ہے کہ ہم ہر دوسرے سے کٹ کر خدا ہی کے ہو رہیں تو دوسروں سے کٹنے سے مراد کیا ہے؟ زندگی کے کن کن شعبوں میں انسان کی راہ میں کون کون سے بُت حائل ہوتے ہیں جو اللہ کی راہ روک دیتے ہیں اور خدا کی طرف بندے کے انقطاع کے رستے میں حائل ہو جاتے ہیں۔ خطبات کا یہ سلسلہ چونکہ ٹیلی وائز نظام کے ذریعہ پاکستان بھی اور ہندوستان بھی اور مشرق کے دور دراز کے ممالک تک بھی ممتد تھا یعنی وہاں تک یہ آواز بھی پہنچ رہی تھی اور تصویریں بھی، اس لئے حالیہ سفر کے دوران ٹیلی وائز نظام کے منقطع رہنے کی وجہ سے میں نے سوچا ہے کہ اُس وقت تک خطبات کے اُس سلسلہ کو عارضی طور پر بند کر دیا جائے جب تک کہ دوبارہ ان تمام ممالک سے رابطہ قائم نہ ہو جائے۔ تاکہ جو احباب اُس مضمون کو سلسلہ وار سنتے رہے ہیں، جب دوبارہ خطبات کا عالمی ٹیلی وائز (TELEVISE) نظام شروع کیا جائے تو وہ یہ محسوس نہ کریں کہ اس عرصہ میں بہت سے اس سلسلہ کے ایسے خطبات تھے جن سے ہم محروم رہ گئے ہیں۔ اس لئے سفر کے دوران جب تک یہ سلسلہ منقطع ہے میرا خیال ہے کہ متفرق امور پر مختلف ممالک کی جماعتوں کو حسبِ حالات اُن باتوں کی طرف توجہ دلاؤں جو باتیں خصوصیت کے ساتھ ان کی توجہ کی مستحق ہوں جرمنی کے نقطۂ نگاہ سے میں نے چند امور نوٹس (NOTES) کی صورت میں لکھے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض ایسے دوستوں نے مجھے توجہ دلائی جو پاکستان سے جرمنی کے دورے پر تشریف لاتے رہے ہیں انہوں نے اس سلسلہ میں جو کچھ محسوس کیا اسے بلا کم و کاست پیش کر کے مجھے اس کی طرف متوجہ کیا۔

سب سے بڑا گناہ نماز میں سُستی ہے

سب سے اہم بات جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ نمازوں میں سُستی ہے مجھے بتایا گیا ہے کہ بہت سے نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک نمازوں کی طرف کماحقّہٗ توجہ نہیں شروع کی حالانکہ عبادات کے متعلق میں نے لمبے عرصہ تک مسلسل خطبات دیئے اور جماعت کو ہر پہلو سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ جب تک جماعت عبادت پر قائم نہیں ہو جاتی نہ احمدیت کسی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ اس کے دنیا میں غلبہ پانے کے کوئی معنی ہیں کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورۃ الذاریات: آیت ۵۷)

کہ میں نے عبادت کی غرض کے سوا کسی اور غرض سے انسان کو پیدا نہیں کیا۔ انسان کو اور جنّ کو پیدا کیا ہے تو عبادت کی غرض سے کیا ہے۔ پس اگر انسان کی پیدائش کی غرض ہی پوری نہ ہو تو باقی ساری باتیں تو ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ

کا اُسی جماعت سے تعلق ہے اور اُسی سے رہے گا جو اُس کی عبادت کا حق ادا کرتی ہے اور جب تک وہ یہ حق ادا کرنے کی کوشش کرتی رہے گی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اُس کے فضل اور اس کی نصرتیں ایسی جماعت کے شامل حال رہیں گی۔

یہ درست ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ قیام عبادت کے لحاظ سے تمام دنیا کی دوسری جماعتوں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ وہ صرف عبادت کے ظاہر ہی کو نہیں پکڑتی بلکہ اس کی روح سے بھی فائدے حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جماعت کی بھاری اکثریت ایسی ہے جس نے رفتہ رفتہ عبادت کے مضمون کو سمجھ لیا ہے اور مسلسل کوشش کر رہی ہے کہ محض ظاہری طور پر کھڑے ہونا اور رکوع کرنا اور کھڑے ہونا اور سجدے میں گرنا عبادت نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ روح بھی ساتھ ہی خدا کے حضور قیام پکڑے، روح بھی رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع میں جائے اور پھر کھڑے ہونے والے کے ساتھ خدا کے حضور ایستادہ کھڑی ہو جائے اور پھر جھکنے والے کے ساتھ خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جائے۔

یہ جسم اور روح کی وہ اکٹھی عبادت ہے جو حقیقت میں انسان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا کرتی ہے۔ وہ لوگ جو محض کھڑے ہونے اور جھکنے اور سجدہ کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں یا ہونٹوں سے بعض الفاظ ادا کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں اُن کی ساری زندگی بھی ایسی عبادت میں صرف ہو جائے تو اُن کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صرف اتنا ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ یہ سوچتے ہوئے مریں گے کہ ہم نے خدا کی خاطر اُس کے حکم کی پابندی کی ہے۔ مگر اس حکم سے کیا فائدہ پہنچنا تھا اس سے ان کو کوئی غرض نہیں۔ اسی لئے میں نے جماعت احمدیہ کو بار بار یہ سمجھایا کہ نماز کیا ہوتی ہے، کس طرح پڑھنی چاہیئے، کیا کیا ضروریات ہیں جن کو پورا کئے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور نماز کے دوران کیسی جدوجہد کی ضرورت ہے جو زندگی بھر انسان کے ساتھ رہتی ہے تاکہ نماز پڑھنے والا پہلے سے بڑھ کر نماز سے فائدہ اٹھانے کی استطاعت مسلسل حاصل کرتا چلا جائے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اگرچہ دنیا میں بہت سے نمازی ہیں، ایسے فرقے بھی ہیں جو نماز کی ظاہری پابندی میں جماعت احمدیہ کو بھی شرماتے نظر آتے ہیں لیکن وہ ایک ظاہری خول سا ہے جس کے اندر کوئی زندہ روح دکھائی نہیں دیتی۔ وہابی فرقے کے لوگ بڑی بھاری تعداد میں، بہت بڑی اکثریت میں نمازیں ادا کرتے ہیں مگر ان کے ہاں اٹھنا بیٹھنا نماز کا نام ہے۔ اس کے نتیجہ میں روح کے اندر کوئی پاک تبدیلی پیدا نہیں ہوتی جو ان کے اخلاق پر اثر انداز ہو، دیکھنے والا یہ محسوس کر سکے کہ یہ خدا والے لوگ ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ان کے اندر بنی نوع انسان کی ہمدردی پیدا ہو اللہ تعالیٰ سے محبت اور تعلق بڑھتا چلا جائے۔ زندہ عبادت کی یہ علامتیں اُن میں دکھائی نہیں دیتیں۔

پس اس پہلو سے جب میں دیکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ عبادت کے لحاظ سے دنیا میں بے مثل ہے تو یہ محض ایک زبانی دعویٰ نہیں بلکہ حالات پر نظر ڈالتے ہوئے حقیقت کے طور پر یہ بات بیان کرتا ہوں۔ لیکن ساتھ ہی اس طرف بھی نظر جاتی ہے اور یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ جماعت میں نوجوانوں کا ایک ایسا طبقہ ہے جو نمازوں سے غافل ہے۔ جس نے ظاہر کی نماز ادا نہیں کی اس کی باطن کی نماز کیسے ہو سکتی ہے۔ تاہم یہ بھی صحیح ہے کہ ایسے نماز نہ پڑھنے والے بعض دوسری باتوں میں دین سے محبت کی علامات رکھتے ہیں، مالی قربانی بھی پیش کر دیتے ہیں۔ جانی قربانی اور وقت کی قربانی بھی پیش کر دیتے ہیں لیکن جب نمازوں کا وقت آتا ہے تو اُن سے غافل ہو جاتے ہیں، گھروں میں بھی نمازوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، باجماعت نماز کے لئے جب مواقع میسر آتے ہیں تو سستی اور غفلت کی حالت میں نماز میں شامل ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس چیز کو ایک بہت بڑی غلطی قرار دیا ہے، بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ ایسے نماز پڑھنے والے جن کا دل نماز میں نہ ہو جو سنجیدگی کے ساتھ نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اُس کے آداب بجا نہیں لاتے جو غفلت کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں اور غفلت ہی کی حالت میں سلام پھیر کر چلے جاتے ہیں فرمایا اُن کی حالت یہ ہے کہ

لَا اِلٰی هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَآءِ

نہ وہ اِس طرف کے لوگ ہیں نہ وہ اُس طرف کے لوگ ہیں یعنی نہ دین کے رہے نہ دنیا کے رہے جس طرح ایک شاعر نے کہا ہے ؎

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

تمام مذاہب کی سب سے پہلی اور سب سے اہم تعلیم

ایسی باتوں کا کیا فائدہ جو دنیا والوں سے بھی انسان کو توڑ دیں اور خدا سے بھی تعلق قائم نہ کرا سکیں۔ پس عبادت کی طرف توجہ کرنا زندگی کا اہم ترین فریضہ ہے۔ عبادت کے قیام ہی کی خاطر حقیقت میں دنیا میں مذاہب آئے اور تمام مذاہب کی ریڑھ کی ہڈی عبادت رہی ہے اور تمام مذاہب کی سب سے پہلی اور سب سے اہم تعلیم عبادت ہی تھی۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:

وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ

(سورۃ البیّنۃ: آیات ۶)

کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں آیا جسے خدا نے یہ ہدایت نہ کی ہو کہ عبادت پر قائم ہو جاؤ۔ اللہ کی عبادت کرو مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ: دین کو خدا کی خاطر خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو۔ حُنَفَآءَ لِلّٰہِ کے لفظ بھی آتے ہیں۔ اللہ کی طرف جھکتے ہوئے، ایسی حالت میں جھکتے ہوئے کہ جب گرو خدا کی طرف گرو۔ تو جب دنیا کے ہر مذہب کو عبادت ہی کے قیام کی خاطر پیدا کیا گیا تو احمدیت عبادت کے سوا کوئی اور مقصد نہیں رکھتی نہ رکھ سکتی ہے۔ عبادت پر اگر انسان قائم ہو جائے یا جماعتیں قائم ہو جائیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ظاہر کو بھی سنجیدگی سے اُس کے تمام لوازمات کے ساتھ ادا کریں اور باطن کے تقاضے بھی پورے کریں اور اپنے نفس میں بار بار ڈوب کر ہمیشہ اس بات کی فکر میں رہیں کہ عبادت کے نتیجہ میں ان کی روح میں کوئی تبدیلی ہو رہی ہے کہ نہیں، اللہ تعالیٰ کی یاد واقعۃً دل پر اثر انداز ہو رہی ہے کہ نہیں، دل پر تموّج کی کوئی کیفیت آتی ہے کہ نہیں، اگر وہ اس طرح نمازیں ادا کریں تو یقیناً یہ نمازیں نہ صرف خود کھڑی ہوں گی بلکہ پڑھنے والے کو بھی مستحکم کر دیں گی اور اُس کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی شروع کر دیں گی۔ جو لوگ اس طرح نماز نہیں پڑھتے اُن کو نماز میں لطف نہیں آتا اور لطف نہ آنے کے نتیجہ میں وہ نماز سے اور بھی زیادہ غافل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نماز (نعوذ باللہ) مفت کی ایک بیگار سی ہے، باقی باتوں میں ہم ٹھیک ٹھاک ہیں، چندہ بھی دے دیتے ہیں، وقار عمل بھی کر لیتے ہیں، جماعت کے فنکشنز اور تقریبات پہ بھی

چلے جاتے ہیں، چلو کوئی بات نہیں نماز نہ سہی۔ یہ بالکل جھوٹا تصوّر ہے، بالکل باطل اور بے حقیقت تصور ہے۔ اگر نماز نہیں تو باقی کسی چیز کی بھی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ نماز خدا سے تعلق قائم کرتی ہے اور جس کا خدا سے تعلق نہیں اس کا چندے دینا بھی بے معنی ہے، اس کا وقار عمل کرنا بھی بے معنی ہے۔ اس کی ساری باتیں سرسری اور ایک ظاہری حیثیت اختیار کرتی ہیں۔ ان میں کوئی جان اور زندگی نہیں ہوتی کیونکہ وہ خدا کو پسند نہیں آتیں۔

نمازوں کے تعلق میں نفس کو ہمیشہ ٹٹولتے رہنا چاہیئے

عبادت کے قیام کے سلسلہ میں بہت سی باتیں میں پہلے بیان کر چکا ہوں، جن کو دہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا لیکن اتنا ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ عبادت کرنے والا اگر ہمیشہ اپنے نفس میں اس بات کو تلاش کرتا رہے کہ نماز کے دوران میرا خدا تعالیٰ سے براہ راست کچھ تعلق قائم ہوا یا نہیں ہوا، کوئی رابطہ بنا یا نہیں بنا اور اس تعلق اور رابطے کے نتیجہ میں میرے دل میں کوئی تحریک پیدا ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے، کوئی تموّج پیدا ہوا ہے یا نہیں ہوا تو اس کی زندگی میں ایک انقلاب آنا شروع ہو جائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ کسی محبوب سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں یا دنیا کے لحاظ سے کسی بڑے آدمی سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں خواہ وہ محبوب ہو یا نہ ہو تو جانے سے پہلے ہی خیالات عموماً ایسی ملاقات کے تصور میں گم رہتے ہیں اور ذہن کئی قسم کی باتیں سوچتا ہے اور آپ اس خیال میں ہی گم رہتے ہیں کہ ہم یہ بھی کہیں گے اور وہ بھی کہیں گے۔ اگر شکایت ہے تو سوچتے ہیں کہ یہ شکایت کریں گے۔ اگر کوئی طلب ہے تو سوچتے ہیں فلاں بات طلب کریں گے۔ لیکن جب ملاقات شروع ہوتی ہے تو بعض دفعہ ملاقات کا اپنا لطف اُن کے مزاج پر، اُن کے دماغ، اُن کے دل پر اس حد تک غالب آجاتا ہے کہ وہ ساری سوچی ہوئی باتیں اَن کہی رہ جاتی ہیں اور انسان بغیر کہے ہی اُٹھ کر آجاتا ہے۔ یہ کیفیت اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ اُس ملاقات کے کرنے کا ایک خاص اثر پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے یعنی ملاقات سے پہلے ہی وہ اثر ذہن اور دل پر قبضہ جما لیتا ہے اور اُس کے نتیجہ میں انسان وہ باتیں بھی نہیں کہہ سکتا جو اُس نے کہنی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا تصور اگر صحیح ہو تو وہ تصور انسان کے دل و دماغ پر اتنی قوت کے ساتھ قبضہ جمائے گا کہ کوئی اور مثال دنیا میں دکھائی نہیں دے گی۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو عارف باللہ کے حالات پر غور کر کے عارف باللہ کے آئینے سے دکھائی دے سکتی ہے۔ روزمرّہ کی زندگی میں عام انسان اس حقیقت کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے متعلق احادیث میں لکھا ہے کہ جب آپؐ نماز نہیں بھی پڑھ رہے ہوتے تھے تو دل نماز میں ہی اٹکا ہوتا تھا۔ یہ وہی کیفیت ہے جو میں نے ابھی بیان کی ہے۔ خدا کے حضور باقاعدہ حاضری دینے کا تصوّر آپؐ کو اتنا پیارا لگتا تھا کہ آپؐ اس سوچ میں ہی گم رہتے تھے کہ نماز کی حالت میں مَیں کیا کیا باتیں خدا سے کروں گا۔ روزانہ پانچ وقت نہیں، پانچ وقت سے زیادہ مرتبہ آپؐ خدا کے حضور باقاعدہ حاضر ہوتے تھے لیکن تعلق کا یہ عالم تھا اور خدا کی عظمت کا ایک ایسا عظیم اثر آپؐ کے دل پر مسلط ہو چکا تھا کہ ہر روز کی بار بار کی ملاقات بھی اس اثر میں کمی نہیں پیدا ہونے دیتی تھی۔ آپؐ کی عبادات کی تفاصیل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے آپؐ کا یہ تعلق دن بدن بڑھتا ہی گیا حتیٰ کہ آپؐ کا دل سدا نمازوں میں ہی اٹکا رہتا تھا۔ پس یہ ایک ایسی چیز نہیں ہے جو صرف بیان کرنے سے سمجھ میں آجائے۔ یہ تو دل کے ایک اندرونی تجربے کا نام ہے۔ دل کا یہ اندرونی تجربہ حاصل کرنے کے لئے محنت کرنی پڑے گی اور صحیح طریق پر، صحیح رخ پر قدم اٹھانے پڑیں گے۔ اسی لئے میں کوشش کرتا ہوں کہ جیسے بچّے کو ہاتھ پکڑ کر چلایا جاتا ہے اسی طرح جماعت کو بار بار ہاتھ پکڑ پکڑ کر چند قدم چلا کر دکھاؤں کہ اس طرف نماز کا رخ ہے۔ حقیقی نماز یہاں نصیب ہوتی ہے اور اس طرح ادا کی جاتی ہے۔ پس وہ لوگ جو نمازوں میں سست ہیں بہت بڑے محروم ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگیاں ضائع کر دیں اور آئندہ کے لئے بھی ان کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

نمازوں کا پابند بنانے کی طرف خصوصیت سے توجہ دینی چاہیئے

جماعت جرمنی کو اس امر کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہیئے اور تمام ذیلی تنظیموں کو بھی اس بات پر مُستعد ہو جانا چاہیئے کہ ان کا کوئی ممبر بھی بے نمازی نہ رہے۔ جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے یہ بات رکھی ہے نماز کے وقت آپ یہ کوشش کریں کہ نماز میں کوئی ایک حالت آپ کو ایسی نصیب ہو جائے کہ خدا تعالیٰ سے بات کرتے ہوئے آپ کے دل میں ایک تموّج پیدا ہو، ایک تحریک پیدا ہو۔ کسی پیارے سے جب آپ ملتے ہیں تو اُس کی بعض باتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ اُس کی ملاقاتوں کے بعض لمحات دل پر ایسے نقش ہو جاتے ہیں کہ انسان ہمیشہ ان کی سوچوں سے ہی لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ نماز میں بھی کچھ اسی قسم کی کیفیات پیدا ہونی ضروری ہیں۔ وہی نمازیں زندہ ہیں جو دل میں حرکت پیدا کر دیں جو ایک ایسا تموّج پیدا کر دیں جس کی لہریں دیر تک باقی رہیں اور آپ کے دل و دماغ میں ان کی نغمگی گونجتی رہے، ان کا ترنم آپ کو لطف پہنچاتا رہے۔ یہ جو نغمگی ہے، یہ جو ترنم ہے یہ تموّج ہی کے دوسرے نام ہیں۔ تموّج کا مطلب ہے لہریں پیدا ہونا لیکن اگر لہریں خاص سلیقے سے پیدا ہوں، اُن کے اندر ایک ہم آہنگی پائی جائے، نظم وضبط پایا جائے تو اسی کا نام موسیقی ہے۔ آپ نے اچھے گانے والے بھی سنے ہیں، بُرے گانے والے سنے ہیں۔ شاید آپ کو کبھی یہ علم نہ ہو سکا ہو کہ بعض آوازیں آپ کو کیوں پسند آتی ہیں اور بعض آوازیں کیوں پسند نہیں آتیں۔ وجہ یہ ہے کہ جن آوازوں کو آپ پسند نہیں کرتے ان کے اندر کوئی اندرونی ہم آہنگی نہیں ہوتی۔ ایک لہر چھوٹی سی اٹھی ہے، دوسری بڑی اٹھی، تیسری اٹھی لیکن درمیان میں کہیں چلی گئی اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مزاج نہیں ملے۔ اچھے پڑھنے والوں کی آوازوں میں بھی چھوٹی لہریں بھی ہوتی ہیں، بڑی لہریں بھی ہوتی ہیں، درمیانی لہریں بھی ہوتی ہیں لیکن ان کے آپس کے رابطوں میں ایک ہم آہنگی پائی جاتی ہے، مزاج ملتے ہیں اور جب آوازوں کے مزاج ملیں تو وہ لطف پیدا کر دیتی ہیں۔ اسی طرح جب انسان کے انسان سے مزاج مل جائیں تو لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ بھی ایک قسم کی میوزک ہے۔ ایک ایسا آدمی جو آپ کو پسند نہ ہو اُس کے ساتھ بیٹھنا سوہانِ روح ہو جاتا ہے، بعض دفعہ عذاب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جتنی دیر آپ اس مجلس میں بیٹھتے ہیں مصیبت پڑی ہوتی ہے۔ وہ بھی دراصل ایسا ہی ہے جیسے آپ ایک بُری آواز والے کی آواز بیٹھے سن رہے ہیں۔ بُری آواز والے کی آواز میں اندرونی ہم آہنگی

نہیں ہوتی۔ آپ کے دل میں خدا تعالیٰ نے میوزک کا جو ایک تصور ثبت کر رکھا ہے اور جسے نغمگی کہتے ہیں وہ ایسی چیز نہیں ہے جو محض باہر سے آتی ہے اللہ تعالیٰ نے انسانی دل میں نغمگی کا ایک تصور ثبت کیا ہوا ہے اور اُس تصور کے ساتھ جب بیرونی نغمگی یا گانا ہم آہنگ ہو جاتے ہیں تو انسان کو اتنا لطف محسوس ہوتا ہے کہ اس لطف میں بعض دفعہ وہ ECSTASY میں چلا جاتا ہے، ایسی کیفیات میں چلا جاتا ہے جسے لوگ جذب کی حالت کہتے ہیں اور وہ ہمیشہ یاد رہتی ہے۔ تفصیل کے ساتھ یہ مثال میں آپ کو اس لئے دے رہا ہوں کہ نماز میں بھی خدا کی ذات کے ساتھ ایسی ہی ہم آہنگی ہونی ضروری ہے۔ تب نماز میں نغمہ پیدا ہوگا اور جب نغمے کی وہ لہریں پیدا ہوں گی تو وہ پھر ہمیشہ یاد رہیں گی۔ اپنے پیاروں کے ساتھ ملنے میں وہ نغمہ پیدا ہوتا ہے اور وہی آپ کے لطف کا موجب بنتا ہے۔ بصورت دیگر دو آدمی پاس پاس بیٹھے ہوئے ہوں اُس سے زیادہ اگر اور کچھ بھی نہ ہو کہ وہ شخص جو ہم مزاج نہیں ہے وہ بھی خاموش ایک طرف بیٹھا ہو اور آپ بھی ایک طرف بیٹھے رہیں تو پھر آپ کے اندر ایک مغائرت پیدا ہوگی، ایک تنافر پیدا ہوگا، گھبراہٹ محسوس ہوگی کہ یہ مصیبت گلے سے اُترے، کب یہاں سے اٹھ کر جائے تو میں تنہائی کا لطف محسوس کروں۔ برخلاف اس کے ایک پیارا شخص اسی طرح اُسی فاصلے پر بیٹھا ہو، اسی طرح خاموش بیٹھا ہو تو آپ کا دل نہیں چاہے گا کہ وہ اٹھ کر جائے۔ وہ کیا چیز ہے جس نے آپ دونوں کو اس زور کے ساتھ باندھا ہے۔ وہ آپ دونوں کے نفوس کی ہم آہنگی ہے۔ یہ ایک قسم کی میوزک ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان کو ودیعت فرمائی ہوئی ہے اور بغیر آواز کے بھی اس کا لطف محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح نماز کو زندہ کرنے کا اصل ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہم آہنگی پیدا کریں اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے نماز کے چند لمحات کافی نہیں ہوں گے۔ اپنی زندگی کے روزمرّہ کے حالات میں یہ ہم آہنگی پیدا کی جاتی ہے۔ بار بار خدا کی طرف تصوّر اُچھل اُچھل کر دوڑے اور ہر بات پر کچھ نہ کچھ خدا کا خیال دل میں پیدا ہونا شروع ہو جائے۔ کھانا کھاتے ہوئے جب آپ اچھی چیز کھاتے ہیں تو کبھی یہ سوچ لیں کہ یہ مزا کیا ہے، یہ خوشبو کیا ہے، بھوک کیوں لگتی ہے، بھوک کے نتیجہ میں جب آپ کھانا کھاتے ہیں تو مزا کیوں پیدا ہوتا ہے تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ خدا تعالیٰ نے کیسے باریک در باریک نظام انسان کو لطف پہنچانے کے لئے پیدا فرمائے ہوئے ہیں۔

نماز میں لذّت پیدا کرنے کا طریق

بچّوں سے میری بات ہو رہی تھی۔ میں نے اُن سے کہا کہ تم یہ تو سوچو کہ اگر اللہ چاہتا تو گائے بھینسوں کی طرح گھاس اور پٹھوں پر بھی تمہارا گزارا ہو سکتا تھا۔ اُس نے گائے، بھینس، مویشیوں کے معدے ایسے بنا دیئے کہ وہ پتے کھا کر بھی گزارا کر لیتے ہیں مگر تمام حیوانی دنیا میں انسان کے سوا کوئی جانور ایسا نہیں جس کی لذّت کے لئے اتنے مختلف سامان خدا تعالیٰ نے پیدا کئے ہوں، خوشبو میں بھی مزا رکھ دیا، لمس میں بھی مزا رکھ دیا، سردی گرمی میں بھی مزا رکھ دیا۔ اور پھر کئی اور قسم کے مزے بھی اُن کے ساتھ آویزاں کر دیئے جیسے نظر کی کیفیت میں بھی مزا پیدا کیا۔ چنانچہ بعض قومیں ایسی ہیں جن کو کھانے کا لطف ہی نہیں آتا جب تک خوب سجا ہوا نہ ہو۔ ان کے ہاں نظر کی لذّت زبان کی لذّت سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ جن کو جاپان میں جانے کا موقعہ ملے یا جنہوں نے کبھی جاپان کی کوئی فلم دیکھی ہو وہ ضرور محسوس کریں گے کہ ساری دنیا کی قوموں میں سب سے زیادہ سجاوٹ کے ساتھ جاپانی کھانا پیش کرتے ہیں۔ بعض دفعہ کھانے ایسے سجا کر طاقوں میں رکھے ہوتے ہیں یا شیشے کی الماریوں میں کھانے کی دکانوں پر اس طرح سجائے ہوتے ہیں کہ آدمی سمجھتا ہے کہ بہت ہی مزیدار چیز ہوگی مگر ہمارا ذوق چونکہ مختلف ہے اس لئے جب ہم کھاتے ہیں تو وہ لقمے بھی نہیں کھائے جاتے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جاپانیوں کے ہاں کھانوں میں نظر کو اہمیت حاصل ہے۔ بعض قوموں میں خوشبو کو اہمیت ہے۔ بعض قوموں میں زبان کی تیزی کو اہمیت ہے۔ وہ چاہتے ہیں زبان میں تیزی پیدا ہو جیسا کہ مرچ مصالحے کھانے والے زبان کی تیزی کا مزا چکھتے ہیں۔ بعض کو چیز کی اصل خوشبو میں مزا ملتا ہے۔ کوئی تیزی یا کوئی چیز زائد کر دی جائے تو ان کا مزا کھویا جاتا ہے۔ لیکن یہ ساری چیزیں سوائے انسان کے کسی کو نصیب نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے کیسے کیسے سامان فرمائے ہیں۔

نماز میں مزے سے پہلے روزمرّہ کی زندگی میں تو خدا سے تعلق قائم کر لیں اور روزمرّہ کی زندگی میں بے شمار مواقع ہیں یہ تعلق پیدا کرنے کے۔ صبح آنکھ کھلنے سے لے کر رات سوتے وقت تک اگر انسان خدا کا شعور زندہ رکھے تو سینکڑوں ہزاروں مواقع اُس کو لقائے باری تعالیٰ کے میسر آسکتے ہیں توجہ دوسری طرف بھی ہو تو خدا کے پیار کی کچھ نہ کچھ جھلکیاں اُس کو زندگی کے ہر شعبہ میں دکھائی دیں گی۔ جس انسان کا روزمرّہ کی زندگی میں خدا سے تعلق قائم ہو جائے تو پھر ایسے شخص کی نماز زندہ ہونے کی اہلیت رکھتی ہے جب وہ نماز میں خدا کو رب العالمین کہتا ہے تو اپنے روزمرّہ کے تجارب میں سے کچھ باتیں یاد آجاتی ہیں کہ جب اُس نے خدا کی ربوبیّت سے لطف اٹھایا تھا۔ اُس نے خدا کی ربوبیّت کے نظارے اپنے گھر میں دیکھے، اپنے بچّوں میں دیکھے، اپنے ماحول میں دیکھے، اس ملک میں دیکھے جس ملک میں وہ بس گیا ہے۔ پھر اس کی رحمانیت کے نظارے، اس کی رحیمیّت کے نظارے اس کے مالک ہونے کے نظارے، یہ سارے روزمرّہ کی زندگی میں ایسے تجارب ہیں کہ ایک دن بھی اُن سے خالی نہیں۔ جو شخص باشعور ہو جائے اس کا کوئی لمحہ ان تجربوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ باشعور ہونے میں اور اس سفر کے ابتدائی قدم اٹھانے میں بڑے فاصلے ہیں، لامتناہی فاصلے ہیں۔ اس جلوس کے ایک سرے پر نماز میں کوشش کرنے والا ایک عام انسان ہے اور آگے اُس کے آخر پر سب سے دور اتنی دور کہ وہاں صرف تصوّر کی آنکھ بمشکل پہنچتی ہے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم عبادت کرنے والوں کے قافلہ سالار کے طور پر اس قافلے کی سربراہی فرما رہے ہیں۔ ان دو سروں کے درمیان بہت بڑے فاصلے ہیں لیکن جیسا کہ جلوسوں میں اور اجتماعی طور پر چلنے والے گروہوں میں دیکھا گیا ہے کہ ضروری نہیں ہوا کرتا کہ جو شخص سب سے پیچھے رہ گیا ہے وہ ہمیشہ سب سے پیچھے ہی رہے۔ آگے پیچھے لوگ ہوتے رہتے ہیں۔ کچھ کوشش کرتے ہیں اور زور لگاتے ہیں تو وہ آگے نکل جاتے ہیں۔ کچھ لوگ سستی دکھاتے ہیں تو پیچھے رہ جاتے ہیں۔ کوشش کریں کہ آپ سب سے آخر پر نہ رہیں اور آپ کا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کا فاصلہ نسبتاً کم ہو۔ اس کوشش اور جدوجہد کا سب سے اچھا موقعہ نماز ہے۔

نماز کی حقیقی کیفیت سے دُعا میں جان پیدا ہوتی ہے

جس کا نماز میں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم سے فاصلہ کم رہ جائے جب وہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے خدا مرنے کے بعد مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم کی معیت میں اٹھانا، آپؐ کے قرب میں جگہ دینا تو اُس کی دُعا میں ایک جان پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نظر اُس کو اس حیثیت سے دیکھتی ہے کہ کمزور سہی پر سچا آدمی ہے۔ اس نے زندگی بھر کوشش ضرور کی تھی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم کا قرب نصیب ہو لیکن وہ جو قرب کی کوشش نہیں کرتے اور لوگوں کو دُعا کے لئے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے دعا کریں کہ مرنے کے بعد خدا ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم کے قدموں میں جگہ دے، ان دُعاؤں کی کیا حیثیت ہے، منہ کی باتیں ہیں۔ اگر کوئی اہل اللہ بھی ان کے لئے دُعا کرے گا تو یہ دُعا قبول نہیں ہوسکتی کیونکہ دُعا کو نیک اعمال طاقت بخشتے ہیں بعض دفعہ دعا کرنے والے کے نیک اعمال دُعا کو طاقت بخشتے ہیں اور بعض دفعہ جس کے لئے دُعا کی جاتی ہے اُس کے نیک اعمال بھی دعا کو طاقت بخشنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ جن کے اندر نیک اعمال کی صلاحیت ہو اُن کے حق میں ایک دُعا قبول ہو جاتی ہے لیکن جو نیک اعمال سے کلیۃً محروم ہوں اُن کے حق میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم نے خدا سے عمر نامی دو شخصوں میں سے ایک عمر مانگا تھا یعنی دونوں مل جائیں تو بہتر ورنہ ایک تو ملے۔ اس سے یہ مراد ہے ایک ابوجہل کا نام بھی عمر تھا اور ایک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی عمر تھا۔ ابوجہل کے حق میں وہ دُعا قبول نہیں ہوئی لیکن عمر کے حق میں وہ دُعا قبول ہوگئی حالانکہ دُعا کرنے والا وہی تھا، اُس کے نیک اعمال وہی تھے جو دُعاؤں کو رفعت بخشتے ہیں۔ پس جس کے حق میں دُعا کی جائے اُس کے اعمال کا بھی قبولیت دُعا سے گہرا تعلق ہوا کرتا ہے۔ پس آپ کو اگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم کا قرب پیارا ہے تو اس پیار کو سچا کر کے تو دکھائیں تب آپ کی دُعائیں بھی مقبول ہوں گی اور دوسروں کی بھی آپ کے حق میں مقبول ہوں گی۔ ورنہ جس نے اس دنیا میں فاصلے قائم رکھے اور پرواہ نہیں کی تو قیامت کے دن پھر یہ فاصلے پاٹے نہیں جاسکیں گے۔ اس لئے نماز کو کم از کم اس کوشش کے ساتھ ادا کریں کہ نماز میں سارے نہ سہی، کچھ لمحے لقاء کے نصیب ہو جائیں۔ کچھ ایسے لمحے ہوں کہ وہ نماز ایک ملاقات بن جائے۔

ہم لقائے باری تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اس سے مراد دراصل ملاقات ہے۔ ہر دیندار چاہتا ہے کہ لقاء نصیب ہو جائے حالانکہ وہ آدمی جو ہر روز لقاء کی دُعائیں کر رہا ہوتا ہے نماز بھی پڑھ رہا ہوتا ہے جو خود اپنی ذات میں لقاء کا درجہ رکھتی ہے۔ جس لقاء کی وہ دُعا کر رہا ہوتا ہے اُس سے مراد وہ لقاء ہے جو زندہ ملاقات سے مشابہت رکھتی ہے۔ جب آپ کسی سے ملنے جاتے ہیں تو پھر پوری توجہ کے ساتھ، ہوش و حواس کے ساتھ مل رہے ہوتے ہیں اور اُس ملاقات کے نتیجہ میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کچھ لذتیں پیدا ہوتی ہیں جو زندگی کی یادوں کا سرمایہ بن جاتی ہیں تو نماز میں بھی ویسی ہی لقاء نصیب ہو تو پھر وہ نماز زندہ ہوتی ہے اور جس کی نماز میں یہ جھلکیاں ملنی شروع ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ نمازوں پر قائم ہو جایا کرتا ہے۔

بے نماز گھر بہت بڑی نحوست کی حالت میں ہے

پس بہت سے احمدی نوجوان اور اگر بہت سے نہیں تو اتنی تعداد ضرور ہے جو ہمارے لئے شدید تکلیف کا موجب ہے ایسے بھی یہاں موجود ہیں جو نمازوں سے غافل ہیں۔ نماز سے غافل ہونے سے مراد نماز پڑھتے ہوئے نماز سے غافل رہنا بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نماز پڑھتے ہی نہیں اتنی غفلت کی حالت ہے کہ پرواہی کوئی نہیں رہی۔ ایسے لوگوں کے متعلق بعض دفعہ ان کی بیویاں مجھے لکھتی ہیں، بعض دفعہ مائیں لکھتی ہیں، بعض دفعہ بہنیں لکھتی ہیں، بعض دفعہ بچے بھی لکھتے ہیں کہ دعا کریں ہمارے ابو کو نماز کی عادت ہو جائے۔ بعض بیویاں لکھتی ہیں میرے میاں ویسے تو بہت اچھے ہیں مگر میں ہر وقت کُڑھتی رہتی ہوں کہ میرے میاں کو نماز سے کوئی شغف نہیں، سمجھاتی ہوں تو جھڑک دیتے ہیں کہ تم ان باتوں کو چھوڑو، میں جانتا ہوں کہ میں نماز نہیں پڑھتا میری مرضی ہے۔ میرا خدا سے تعلق ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا خدا سے کوئی تعلق نہیں لیکن کہتے یہی ہیں کہ میرا خدا سے تعلق ہے اور میں جانتا ہوں۔ کیسے ظلم کی حالت ہے۔ اپنی اُس زندگی کو ضائع کر رہے ہیں جو چھوٹی سی زندگی ہے اور ایک دفعہ ختم ہوئی پھر واپس نہیں آنی۔ کیا پتہ ہے کس وقت دم نکل جائے۔ اور جو دنیا سے بے نماز گزرے گا وہ اندھی حالت میں اٹھایا جائے گا قرآن کریم فرماتا ہے کہ

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

(سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۷۳)

کہ جو اس دنیا میں اندھا ہو وہ قیامت کے دن مرنے کے بعد بھی اندھا رہے گا، اس سے مراد لقاء کا حاصل ہونا یا لقاء کا نہ حاصل ہونا ہے۔ وہ شخص جس کو خدا دنیا میں دکھائی نہ دینے لگے اور بار بار اُس کی جھلکیاں نظر نہ آئیں جو کہ خصوصیت سے نماز میں نظر آتی ہیں وہ دنیا میں اندھا ہے اور جیسے اندھے کو پتہ نہیں لگتا کہ میں کس چیز سے محروم ہوں اُسی طرح ایسا آدمی بھی بسا اوقات محسوس ہی نہیں کرتا کہ وہ کس چیز سے محروم ہو رہا ہے۔ اُس کے متعلق یہ کتنی دردناک خبر ہے کہ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ جو اس دنیا میں اندھا رہا آخرت میں بھی اندھا ہی اٹھایا جائے گا۔ وہاں بھی اُس کو لقاء نصیب نہیں ہوگی۔ پس یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ بہت ہی بڑی اور بنیادی خرابی ہے۔ ایسے لوگ وہ ہیں جو پھر دراصل ماحول کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ ماحول کی دلچسپیاں اُن کو کھینچ لیتی ہیں۔ دراصل نماز ہی ہے جو ہر قسم کی بُرائی اور ہر قسم کی فحشاء سے اُن کی حفاظت کرتی ہے لیکن جب وہ نمازوں سے غافل ہوں تو دنیا کی دلچسپیاں اُن کو بلا روک ٹوک کھینچتی ہیں۔

ایک نمازی اور ایک بے نماز انسان میں پایا جانیوالا فرق

میں نے دیکھا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں بھی خرابیاں ہوتی ہیں۔ ان میں بھی بعض دفعہ فحشاء کی عادت ہوتی ہے لیکن ایک نمازی کی زندگی میں اور بے نماز کی زندگی میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک بے نماز انسان اپنی بدعادتوں کی طرف بے روک ٹوک بڑھتا ہے اور دوڑتا چلا جاتا ہے اور اُس کے کان میں کوئی آواز اُس کو واپس بلانے کے لئے نہیں پڑتی۔ ایسے بھی نمازی ہیں جن سے گناہ ہوتے ہیں۔ بعض گناہوں کے وہ بچپن کی غلطیوں کی وجہ سے عادی بھی

بن چکے ہوتے ہیں لیکن ہر نماز میں ضمیر کی آواز ان کے کانوں میں سنائی دیتی ہے اور اُن پر لعنتیں بھیج رہی ہوتی ہے کہ تم کیا کرتے آئے ہو، اب کیا کر رہے ہو، واپس کس دنیا میں جاؤ گے۔ وہ مسلسل کوشش کرتے ہیں، روتے ہیں، پیٹتے ہیں، گریہ وزاری کرتے ہیں اور بعض دفعہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نہیں سنی گئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ نماز کی آواز ضائع نہیں جایا کرتی۔ جلد یا بدیر نماز میں اٹھنے والی ضمیر کی آواز اُن پر غالب آجایا کرتی ہے اور یکدفعہ اُن کو ہر قسم کی برائیوں سے کھینچ کر خدا کی طرف لے آتی ہے۔ مگر جو نماز نہیں پڑھتا اس کے لئے بچنے کا کون سا امکان ہے۔ اس کے بچنے کی تو ہر راہ بند ہو چکی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ فلاں نماز تو پڑھتا ہے لیکن اس میں فلاں بدی موجود ہے۔ اگر اس میں کوئی بدی موجود ہے تو یاد رکھیں کہ اُس بدی کے خلاف ہر نماز میں وہ کوئی نہ کوئی شرمندگی بھی محسوس کر رہا ہوتا ہے، اس کے کانوں میں کوئی نہ کوئی آواز ضرور پڑ رہی ہوتی ہے۔ لیکن ایک بے نماز بیچارا تو بالکل محروم ہے۔ وہ اگر اندھا دھند آنکھیں بند کئے ایک گندی عادت میں مبتلا ہے تو مبتلا ہی رہ جاتا ہے۔ وہ بد عادتیں پکڑ لیتا ہے اور رفتہ رفتہ اپنے مفاد سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ ایسا گھر جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو ایک بڑی نحوست کی سی حالت میں ہے۔ جس گھر میں خاوند نماز نہ پڑھے اس کی بیوی کی اکیلی نمازیں کام نہیں دے سکتیں۔ بعض دفعہ بچے ماں کی بجائے باپ کی حالت دیکھ کر اُس کے رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ ویسے بھی گھر پر ایک نحوست سی طاری رہتی ہے۔ اس لئے میں آپ کو بڑے خلوص کے ساتھ، بڑی منّت کے ساتھ یہ گذارش کرتا ہوں اور اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ نماز کو اہمیّت دیں۔ گھر میں سے ہر فرد نماز پر نگران ہو جائے۔ جس طرح کہ مجھے بعض بچّے لکھتے ہیں اور وہ مجھے بہت پیارے لگتے ہیں وہ اپنے بڑوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کو نماز پڑھنے کی عادت نہیں ان کے لئے دُعا کریں بعض دفعہ خیال آتا ہے کہ اس بچّے کے دل کی جو دُعا ہے اللہ تعالیٰ نے شاید پہلے ہی سن لی ہو۔ آپ بھی نہ صرف نگران رہیں بلکہ دُعائیں کرتے ہوئے نگران رہیں اور جو کوشش بھی آپ کے بس میں ہے وہ کریں تاکہ کسی احمدی گھر میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہے (خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا بچّہ) جو عبادت نہ کرتا ہو اور پھر عبادت کرنے والا بھی ایسا ہو جو ہر وقت اپنی عبادت کو زندہ کرنے میں کوشاں ہو، صرف ظاہری اٹھک بیٹھک پر راضی نہ ہو بلکہ جب تک اس کے دل میں عبادت کا مزا پھوٹنا شروع نہ ہو جائے اس وقت تک وہ تسلی نہ پائے۔

جرمنی کو حقیقی عبادت گزاروں کی بہت ضرورت ہے

جرمنی کو ایسے عبادت کرنے والوں کی ضرورت ہے کیونکہ یہ دنیا بہت زیادہ مادہ پرست ہو چکی ہے۔ صرف جرمنی کی بات نہیں یورپ کے اکثر ممالک خدا سے اتنا دور جا چکے ہیں اور ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے ہیں کہ جہاں جا کر پھر کوئی روک باقی نہیں رہتی۔ ان کے سکولوں میں، ان کے کالجوں میں، یونیورسٹیوں میں خدا کے خلاف کھلم کھلا باتیں کی جاتی ہیں۔ ان کی تعلیم اور تدریس میں ایسے رنگ آچکے ہیں کہ جن کے نتیجہ میں ارادے کے ساتھ عمداً چھوٹے چھوٹے بچّوں کو خدا سے بدظن اور مذہب سے دور کیا جاتا ہے اور کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ جو زیادہ آزاد خیال ہو، بے حیا ہو، خدا کے خلاف باتیں کرنے والا ہو وہ سوسائٹی میں زیادہ روشن خیال سمجھا جاتا ہے۔ گویا اندھوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی آنکھیں ہیں اور جن کی آنکھیں ہیں ان کو اندھا بتایا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں نماز ہی ہے جو آپ کی اور آپ کے بچّوں کی حفاظت کرے گی۔ اگر آپ نے انہیں نمازوں پر قائم نہ کیا تو آپ کی نسلیں آپ کے سامنے دیکھتے دیکھتے ضائع ہو کر اس غالب معاشرے کا شکار ہو جائیں گی اور یہ بہت بڑا نقصان ہے۔

اس قوم میں روشنی کا مینار بن کر رہیں

پاکستان سے ہجرت کرنے والے زیادہ تر احمدیوں کو یہی شکایت ہے کہ ہمیں وہاں کھلم کھلا عبادت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ حالانکہ عبادت کی آزادی ایک ایسا حق ہے جسے دنیا کی تمام آزاد قوموں نے تسلیم کیا ہے۔ جسمانی طور پر خواہ کوئی مارے پیٹے یا نہ مارے پیٹے اگر کسی قوم کو یہ روحانی عذاب دیا جائے کہ اسے کھلم کھلا اپنے رب کی عبادت کرنے کی اجازت نہ ہو تو آزاد قوموں کے نزدیک یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس کے نتیجہ میں وہ قوم دوسرے ملکوں میں پناہ لینے کا حق حاصل کر لیتی ہے۔ لیکن اگر پناہ لینے والے وہاں بھی بے نمازی رہے ہوں اور یہاں بھی بے نمازی رہے تو انہوں نے کس چیز سے پناہ مانگی۔ ایک شیطان سے دوسرے شیطان کی طرف پناہ لی نا۔ ایسی صورت میں وہ کسی شیطان سے خدا کی طرف پناہ لینے کے لئے تو نہ آئے۔ پس وہ لوگ جو پاکستان سے ہجرت کر کے آتے ہیں اور وہاں بھی بے نماز رہتے اور یہاں بھی بے نماز رہتے ہیں کبھی اُن کے دل نے اُن کو جھنجھوڑا نہیں کہ کہاں سے بھاگے تھے اور کدھر کی طرف بھاگے۔ مومن اور غیر مومن کے درمیان یہی فرق ہوا کرتا ہے۔ غیر مومن اگر شیطان سے بھاگتا ہے تو شیطان کی طرف ہی بھاگتا ہے۔ اور مومن اگر خدا کی تقدیر سے بھاگتا ہے تو خدا کی تقدیر ہی کی طرف بھاگتا ہے۔ اس نکتہ کو ایک موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی شان کے ساتھ بیان فرمایا۔

ایک دفعہ آپ کی قیادت میں ایک اسلامی لشکر کسی جگہ پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور وہاں یہ خبر مشہور ہوئی کہ یہاں ایک خوفناک پلیگ (PLAGUE) پھیلی ہوئی ہے۔ ایک قسم کی طاعون ہے جو بڑی تیزی کے ساتھ لوگوں کو اپنا شکار بناتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت فیصلہ دیا کہ کوچ کر جاؤ اور اس جگہ سے دوسرے محفوظ صحتمند علاقے کی طرف چلو۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ اے امیر المومنین رضؓ! کیا آپ خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ گویا اس شخص نے اپنی طرف سے بڑی طاقت کے ساتھ بڑے زور سے امیر المومنین رضؓ کے فیصلے کے خلاف اعتراض اٹھایا۔ حضرت عمرؓ نے بڑے سکون سے جواب دیا کہ میں خدا کی تقدیر سے خدا کی تقدیر کی طرف بھاگ رہا ہوں۔ میرا خدا جیسا یہاں ہے وہاں بھی ہے اور اس کی تقدیر خیر بھی ہے اور تقدیر شر بھی ہے تو میں اس کی ایک تقدیر سے اُس کے سوا کسی اَور کی طرف نہیں جا رہا۔ اُسی کی تقدیر خیر کی طرف بھاگ رہا ہوں۔ تو دیکھیں! مومن بھاگتا ہے تو خدا کی ایک تقدیر سے اس کی دوسری تقدیر کی طرف بھاگتا ہے۔ شیطان کی تقدیر سے شیطان کی تقدیر کی طرف نہیں بھاگا کرتا۔ پس وہ لوگ جو خدا کے نام پر ہجرت کرتے ہیں اور اپنی بدیاں ساتھ لے کر آتے ہیں اور اُن بدیوں میں مزید ملوث ہو جاتے ہیں وہ شیطان کی تقدیر سے شیطان کی تقدیر کی طرف جانے والے ہیں۔ ان کا تو خدا کی تقدیر سے بھاگ کر خدا کی تقدیر میں آنے والوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ یہ ایک سچے مومن میں اور ایک فرضی مومن میں بڑا کھلا امتیاز ہے۔ پس آپ اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا کریں جو دنیا کو

بتادیں اور دکھادیں کہ آپ نے خدا کی طرف ہجرت کی ہے اور کسی غیر کی طرف نہیں کی ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت اور سب سے بڑا گواہ آپ کی عبادتیں ہیں۔

اگر آپ عبادتوں پر قائم ہوں اور اُن کی نگرانی کریں اور آپ میں چھوٹا بڑا ایک دوسرے کا خیال رکھے اور دعائیں بھی کرے اور اگر گریہ وزاری بھی کرنی پڑے تو گریہ وزاری اور منّت کے ساتھ اپنے بھائیوں کو عبادت کی طرف بلائیے پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل آپ پر کیسے نازل ہوتے ہیں۔ دُعائیں کرکر کے انسان تھک جاتا ہے جو قبول نہیں ہو رہی ہوتیں۔ ایسا آدمی شکوہ کرتا ہے کہ میری دُعا تو قبول نہیں ہوئی۔ بات یہ ہے کہ عبادت کرنے والے کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور وہ بھی خاص حکمتوں کے ساتھ قبول ہوتی ہیں۔ جو سچی عبادت کرنے والا ہو اوّل تو اس کی دُعائیں بہت زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ دوسرے جو دُعائیں مقبول نہیں ہوتیں ان پر اللہ تعالیٰ صبر دیتا ہے اور ایسا شخص کبھی زبان پر خدا کا شکوہ نہیں لاتا۔ پس تمام خرابیوں کا ایک ہی حل ہے، تمام بیماریوں کی ایک ہی دوا ہے اور وہ عبادت پر قائم ہو جانا ہے۔ اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ جن نوجوانوں تک میری یہ آواز پہنچ رہی ہے یا جن بڑوں تک اور چھوٹوں تک میری یہ آواز پہنچ رہی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ وہ عبادتوں میں کمزور ہیں وہ آج یہ عہد کرکے اٹھیں کہ وہ انشاء اللہ عبادت کو قائم کرنے کی کوشش کریں گے، اپنی ذات میں بھی اور غیروں میں بھی وہ ایک ایسی شمع روشن کریں گے جس کی روشنی دور دور تک پھیلے۔ وہ اپنے گھر ہی کو روشن نہیں کریں گے بلکہ روشنی کا مینار بن جائیں گے تاکہ اُن کی روشنی کے فیض سے دور دور تک جہاز چٹانوں سے ٹکرانے کی بجائے ہدایت کی راہ پا جائیں۔ پس اس قوم میں روشنی کے ایسے مینار بننے کی ضرورت ہے اور عبادت گزار ہی ہے جو روشنی کا ایسا مینار ثابت ہو سکتا ہے۔

ہر قیمت پر جھوٹ سے پناہ مانگیں

اور بہت سے امور جو بیان کرنے تھے اُن کے لئے تو اب وقت نہیں رہا لیکن سب سے اہم بات میں نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔

ایک امر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سیاسی پناہ کے مقدمات میں بعض لوگ جھوٹ سے کام لیتے ہیں اور لیتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ یہ شرک ہے۔ دنیا کی منفعتوں کی خاطر آپ جب جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں تو ایک خدا کو چھوڑ کر دوسرے خدا کی عبادت شروع کر دیتے ہیں اور جھوٹ کے نتیجہ میں برکتیں ملتی بھی نہیں۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر غلط بیان دیئے بھی گئے ہیں تو اس بات سے قطع نظر کہ آپ کے سچ کی کیا سزا ہو گی آپ کو سچ بولنا چاہئے اور جو حقیقتِ حال ہے وہ بتانی چاہئے۔ یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ ہمیں مار پڑی، ہمیں یہ ہوا جبکہ آپ کو نہ ماری پڑی نہ کچھ اور ہوا۔ یہ بتانا چاہئے کہ ہر احمدی کا دل وہاں دکھا ہوا ہے۔ ہماری ہر چیز پر پابندی ہے۔ ہر روز انہوں نے اخباروں میں جھوٹ بول بول کر منہ کالے کئے ہوئے ہوتے ہیں اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جبکہ طعن و تشنیع کے ذریعہ گالیاں دے کر اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بکواس کر کے ہمارے دل چھلنی نہیں کئے جاتے اور ہر وقت ہر فسادی کی جھوٹ کی تلوار ہمارے اوپر لٹکی ہوئی ہے، کوئی امن نہیں ہے۔ یہ بات کہنے کی بجائے جو سو فیصدی سچی ہے جب آپ ایک فرضی مقدمہ بناتے ہیں، ایک فرضی کہانی گھڑتے ہیں کہ ہماری ذات پر یہ ہوا تو اپنے اوپر بھی ظلم کرتے ہیں اور احمدیت پر بھی بڑا ظلم کرتے ہیں۔ ایک بالکل غلط تاثر پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے جیسا کہ میں نے بارہا جھوٹ سے پرہیز کی ہدایت کی ہے اور تبتّل الی اللہ کے مضمون کا آغاز ہی جھوٹ سے بچنے کی نصیحت سے کیا تھا۔ اس کی طرف میں دوبارہ متوجہ کرتا ہوں کہ ہر قیمت پر جھوٹ سے پناہ مانگیں۔

جرمنی میں آئے ہوئے بعض احمدیوں نے الحمدللہ بہت نیک نمونہ دکھایا اور مجھے لکھا کہ ہمارا یہ کیس جھوٹا تھا یعنی عموماً تو تکلیف ہے لیکن جو بات میں نے اپنے کیس میں پیش کی تھی وہ غلط تھی۔ جب سے میں نے خطبہ سنا ہے میرا ضمیر مجھے جھنجھوڑ رہا ہے اور اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ خط لکھ کر میں اپنے وکیل کے پاس جا رہا ہوں اور اس کو بتاؤں گا کہ میرے کیس میں یہ بات سچی ہے یہ جھوٹی ہے۔ جھوٹی بات نکال دو، خواہ میرا کیس منظور ہو یا نہ ہو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میرے دل سے اس کے لئے بہت ہی دُعائیں نکلیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے بہتر سامان فرمائے گا لیکن اگر وقتی طور پر قربانی بھی دینی پڑے تو توحید کے قیام کے لئے ہر قربانی کم ہے۔ اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔ انسان قیام توحید کے لئے جو قربانی پیش کرتا ہے وقتی طور پر اس کو تکلیف بھی ہو تو آئندہ ہمیشہ ہمیش کے لئے وہ امن میں آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ پھر اُس کی حفاظت میں خود کھڑا ہو جایا کرتا ہے۔ اس لئے قربانی محض وقتی اور سرسری سی ہے۔ اس کے نتیجہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ساری زندگی فوائد حاصل ہوں گے۔ پس جھوٹ کے خدا پر لعنت ڈالتے ہوئے، اس کا بت توڑ کے پاش پاش کر کے ایک طرف پھینک دیں۔ کسی احمدی کے دل میں اور اس کے گھر میں جھوٹ کا بت نہیں ہونا چاہئے۔

بدظنی اور غیبت سے بچیں اور اصلاح کا صحیح طریق اختیار کریں

بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنی کمزوریاں چھپانے کے لئے اپنی طرف سے دانشور بنتے ہیں۔ جماعت کے عہدیداروں پر تنقید کرتے ہیں کہ جی! اس نے یہ کیا، اس میں یہ بات ہے، اس میں فلاں بات ہے۔ جب مجھ تک یہ باتیں پہنچتی ہیں اور میں تحقیق کرواتا ہوں تو اکثر تنقید کرنے والوں کا قصور نکلتا ہے اور اگر کچھ بُری باتیں عہدیداران میں پائی بھی جاتی ہوں تو بجائے اس کے کہ مجلسوں میں بیٹھ کر باتیں کی جائیں اور اُن سے جھوٹے اور مکروہ لطف اٹھائے جائیں (جھوٹے اور مکروہ لطف اس لئے کہ یہ غیبت کی باتیں ہیں اور غیبت کے متعلق قرآن فرماتا ہے کہ اس کا ایسا ہی لطف ہے جیسے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاؤ اور اُس کے لطف اٹھا رہے ہو تو اس لطف کی بجائے) سیدھا طریق کیوں نہیں اختیار کرتے۔ جب کسی عہدیدار میں کوئی کمزوری دیکھیں تو اس تک پہنچ کر ادب کے ساتھ اس کو سمجھائیں کہ آپ کے اوپر یہ بات سجتی نہیں ہے، آپ عہدیدار ہیں، یہ بات چھوڑیں اور یہ بات اختیار کریں اور اگر وہ نہیں مانتا تو آپس میں ایک دوسرے سے اس کے خلاف باتیں کر کے گندے اور غلیظ چسکے حاصل کرنے کی بجائے نظامِ جماعت کو ان عہدیداران کی معرفت مطلع کریں۔ اس میں کوئی نقص نہیں ہے بلکہ بہت ہی عمدہ بات ہے کہ کسی شخص کی کمزوری کے متعلق بالا افسر کو اس کی معرفت

خط لکھا جائے، اس کو بتایا جائے کہ تمہارے اندر یہ بات ہے، ہم اُوپر کے افسر کو تمہاری معرفت یہ اس لئے پیش کر رہے ہیں تاکہ اصلاح ہو۔ اگر ساری جماعت یہ طریق اختیار کرے تو تمام عہدیداروں کی بھی اصلاح ہو جائے گی اور یہ جو جھوٹے دانشور بنتے پھرتے ہیں ان کا بھی ایمان ضائع نہیں ہوگا۔

بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ مربّیوں نے اپنا رہن سہن بڑا اونچا کیا ہوا ہے۔ غریب مربی بیچارے نے اپنا رہن سہن کیا اونچا کرنا ہے لیکن بعض گھروں میں سلیقہ ہوتا ہے بعضوں میں نہیں ہوتا۔ میں نے دیکھا ہے تھوڑے روپوؤں میں بعض گھروں میں بڑی رونق ہوتی ہے اور سلیقہ اور نظافت پائی جاتی ہے اور بعض لوگ جن کو گھر چلانا نہیں آتا ان کے گھر میں تو زیادہ روپوؤں کے باوجود گند کے انبار ہی لگے ہوتے ہیں۔ ہر طرف افراتفری اور بدنظمی ہوتی ہے۔ نہ کھانے کا لطف ہوتا ہے نہ رہنے کا لطف، بچّوں کا شور ہوتا ہے۔ جدھر دیکھو گندگی نظر آتی ہے۔ خدا نے اگر کسی کو نظافت دی ہے تو اس پر جلنے کی کیا بات ہے۔ صرف ایک بات ہے کہ کیا کوئی مربی بددیانتی کر کے سلسلہ کے ایسے روپے اپنی ذات پر یا اپنے بیوی بچّوں پر خرچ کرتا ہے جو اُس کے پاس امانت ہیں۔ اس بات پر تو ہر شخص کا حق ہے کہ اگر اُس کے علم میں بات آئے تو وہ اس شخص کی معرفت بالا افسر کو مطلع کرے لیکن اتنی کمینگی اور تھڑدلی اختیار کرنا کہ کسی مربی کو اچھی حالت میں نفاست کے ساتھ رہتے ہوئے دیکھ کر دل میں ایک قسم کی حسد کی آگ بھڑکا لینا اور اس تکلیف میں رہنا اور ہر وقت آپس میں باتیں کرنا کہ یہ مربی ضرور کچھ بے ایمان ہے ضرور ایسا ہو گا ویسا ہو گا، دیکھو کیسا اچھا رہتا ہے۔ یہ بدظنی ہے اور ہرگز جائز نہیں اچھا رہنا تو اچھی بات ہے۔ گندے رہنے میں تو کوئی نیکی نہیں ہے۔ یہ تو جاہلوں کا خیال ہے کہ گندگی میں نیکی ہے۔ تمام انبیاء بہت ہی نظیف اور لطیف مزاج کے مالک ہوا کرتے تھے۔ سب کی طبیعت میں نظافت تھی، صفائی تھی سنجیدگی کے ساتھ مزاح کا پہلو بھی تھا۔ روح افزا خوشبوؤں سے معطر، رنگا رنگ پھولوں سے مزیّن پُربہار گلستانوں کی سی شخصیتیں رکھتے تھے۔ ان کے گھروں کی نظافت کو دیکھ کر اگر کوئی کہے کہ دیکھو لوگوں کے پیسے کھا گیا ہے تو اپنے ایمان کو گنوانے کے سوا اُس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کسی مربی کے متعلق یہ شکایت ہو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ اُس نے سلسلہ کے اموال میں تصرّف کیا ہے تو محض بدظنی کے نتیجہ میں آپ کو ایسا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ لوگ جن کا کام سلسلہ کے اموال کی نگرانی کرنا ہے ان کو چاہیئے کہ نظر رکھا کریں اور دیکھا کریں کہ کیا زیرِ الزام شخص نے سلیقہ اور بچت کے ذریعہ اپنا معیار اونچا رکھا ہوا ہے یا غلط تصرّفات کے ذریعہ ایسا کیا ہے یہ ان کا کام ہے کہ اگر وہ ٹھوس وجوہات پائیں تو افسران بالا کو اس کی اطلاع کریں لیکن مجلسوں میں ذکر کرنا آپ کی مجلسوں کو ذلیل اور رسوا کر دے گا اور غیبت بھی ہوگی اور بہت گھٹیا بات ہوگی۔ نظام جماعت پر اس کا بہت بُرا اثر پڑے گا۔ اس لئے وہ لوگ جن کے سامنے یہ باتیں ہوتی ہیں وہ کراہت کے ساتھ کم سے کم اُن مجلسوں سے اٹھ جایا کریں اور جیسا کہ میں نے ایک دفعہ بیان کیا تھا اُن کا یہ حق ہے کہ وہ ایسے شخص کو کہیں کہ تم نے جو باتیں بیان کی ہیں اب تمہارا فرض ہے کہ ان کو متعلقہ افسران تک پہنچاؤ اور اگر نہیں پہنچاؤ گے تو میں پہنچاؤں گا اور بتاؤں گا کہ تم نے کس مجلس میں یہ باتیں کی تھیں۔ اگر اس طرح ساری جماعت ایک دوسرے کی نگران ہو جائے تو بہت سی بدیاں اس میں سے کٹ چھٹ کر الگ ہو جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت صحت کے ساتھ نشوونما پائے گی۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا باتیں بہت سی ہیں لیکن اس مختصر وقت میں سب سے اہم بات کی طرف میں نے متوجہ کر دیا ہے۔ عبادت پر قائم ہوں۔ عبادت کا مغز حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ عبادت میں لِقاء حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کے جلوے ڈھونڈیں اور سچائی پر قائم ہو جائیں اور لغو، بیہودہ باتوں سے اپنے معاشرے کو پاک کر دیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی جماعت بہت تیزی سے ترقی کرے گی کیونکہ آپ کے اندر ترقی کا مادہ موجود ہے۔ آپ کے اندر بڑھاپے کی نسبت جوانی کا خون زیادہ ہے اور بالعموم دین سے محبت پائی جاتی ہے۔ پس اللہ کرے کہ آپ کی یہ خوبیاں آپ کی دوسری برائیوں کو زائل کرنے کا موجب بن جائیں اور آپ کے اندر دائمی زندگی پیدا کرنے کا موجب ہو جائیں جو تعلق باللہ سے حاصل ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

ابھی نمازِ جمعہ ہوگی۔ اس کے بعد نمازِ عصر ساتھ جمع ہوگی۔ پھر پرچم کشائی ہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہم جماعت جرمنی کے جلسہ کے پہلے اجلاس کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز کریں گے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔

بقیہ صد ۳۸ رپورٹ جلسہ سالانہ لجنہ اماءاللہ جرمنی

اجلاس سوم

۱۷,۰۰	تلاوت قرآن کریم معہ اردو، جرمن ترجمہ	مِس بشریٰ احمد صاحبہ
	نظم	محترمہ امتہ الجمیل صاحبہ
۱۷,۲۰	اردو تقریر بعنوان "لجنہ اماءاللہ اور عہد لجنہ اماءاللہ"	محترمہ مسز شاہین رفیع صاحبہ
	جرمن ترجمہ	محترمہ صبیحہ ملک صاحبہ
۱۷,۵۵	جرمن تقریر	محترمہ عائشہ سلمیٰ صاحبہ
	اردو ترجمہ	مسز شمائلہ احمد صاحبہ
۱۸,۱۵	جرمن تقریر "پردہ کی اہمیت"	محترمہ مسز ربیعہ یانس صاحبہ
	اردو ترجمہ	مِس فضّہ بٹ صاحبہ
	اردو نظم	مِسز لئیقہ احمد صاحبہ (آف لنڈن)
۱۸,۵۰	خطاب	مکرمہ و محترمہ مسز زینت حمید صاحبہ نیشنل صدر لجنہ اماءاللہ جرمنی
	جرمن ترجمہ	مِس بشریٰ احمد صاحبہ

بقیہ دنوں میں جلسہ کا پروگرام مردانہ جلسہ گاہ سے براہِ راست سُنا گیا۔

نصیر احمد قمر، لندن

ہستی باری تعالیٰ

از روئے صفت تکلّم

خدا پر خدا سے یقین آتا ہے — وہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہے

دنیا اس وقت فسق وفجور اور معصیت میں مبتلا ہے۔ بے امنی، فساد، بے چینی اور انتشار میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ خوفناک تباہیاں انسان کے سر پر منڈلا رہی ہیں اور آج کا مادہ پرست نادان انسان ہر لمحہ و ہر آن ظلم اور فساد اور گناہوں میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔

ایسا کیوں ہے؟۔ اس لئے کہ وہ اس بات سے غافل ہے کہ اس کا ایک خالق و مالک، قادر و توانا حیّ وقیوم خدا ہے جو اس کی تمام حرکات و سکنات پر نظر رکھتا ہے۔ آج دنیا کو ہر قسم کے ظلم اور فساد اور گناہ سے پاک کرنے اور حقیقی امن اور پاکیزگی قائم کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کی طرف لوٹے۔ اس پر زندہ اور کامل یقین ہی انسان کو ہلاکتوں سے بچا سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”انسان گناہ کی مہلک زہر سے کسی طرح بچ نہیں سکتا جب تک اسکو اس کامل اور زندہ خدا پر پورا یقین نہ ہو اور جبتک معلوم نہ ہو کہ وہ خدا ہے جو مجرم کو سزا دیتا ہے اور راستباز کو ہمیشہ کی خوشی پہنچاتا ہے۔ یہ عام طور پر ہر روز دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی چیز کے مہلک ہونے پر کسی کو یقین آجائے تو پھر وہ شخص اس چیز کے نزدیک نہیں جاتا۔ مثلاً کوئی شخص عمداً زہر نہیں کھاتا۔ کوئی شخص شیرِ خونخوار کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا اور کوئی شخص عمداً سانپ کے سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ پھر عمداً گناہ کیوں کرتا ہے؟۔

اس کا یہی باعث ہے کہ وہ یقین اسکو حاصل نہیں جو اِن دوسری چیزوں پر حاصل ہے۔ پس سب سے مقدّم انسان کا یہ فرض ہے کہ خدا پر یقین حاصل کرے اور اس مذہب کو اختیار کرے جس کے ذریعہ سے یہ یقین حاصل ہو سکتا ہے تا وہ خدا سے ڈرے اور گناہ سے بچے۔“

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد ۱۹ صـ ۴۴۷)

”....سو یہ مذہب اسلام ہے۔ وہ خدا جو پوشیدہ اور نہاں در نہاں ہے اُسی مذہب کے ذریعہ سے اسکا پتہ لگتا ہے اور اسی مذہب کے حقیقی پیروؤں پر وہ ظاہر ہوتا ہے جو درحقیقت سچا مذہب ہے۔ سچّے مذہب پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور خدا اس کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے کہ مَیں موجود ہوں۔

...... خداشناسی ایک نہایت مشکل کام ہے۔ دنیا کے حکیموں اور فلاسفروں کا کام نہیں ہے جو خدا کا پتہ لگا دیں کیونکہ زمین و آسمان کو دیکھ کر صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس ترتیب محکم اور ابلغ کا کوئی صانع ہونا چاہیئے مگر یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے۔ اور ہونا چاہیئے اور ہے میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

پس اس وجود کا واقعی طور پر پتہ دینے والا صرف قرآن شریف ہے جو صرف خداشناسی کی تاکید نہیں کرتا بلکہ آپ دکھلا دیتا ہے اور کوئی کتاب آسمان کے نیچے ایسی نہیں کہ اس پوشیدہ وجود کا پتہ دے۔

(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد ۲۰ صـ ۳۵۱، ۳۵۲)

”...... باوجودیکہ ہمارے اس زمانہ میں ہزارہا مذہب پھیل رہے ہیں مگر بجز اسلام کے ہر ایک مذہب صرف اپنی خشک منطق سے خدا کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ نہیں کہ خدا اُس مذہب کے پیروؤں پر اپنا چہرہ آپ ظاہر کرے۔ پس دوسرے مذاہب گویا اپنے خدا پر احسان کر رہے ہیں کہ اس کے گم گشتہ وجود کا محض اپنے زورِ بازو سے پتہ لگانا چاہتے ہیں مگر طالب حق ایسے پرمیشر یا خدا سے تسلّی نہیں پا سکتا جس پر اس قدر کمزوری اور ناتوانی غالب ہے کہ ایک بیجان چیز کی طرح اپنے ظہور اور بروز میں دوسرے کے ہاتھ کا محتاج ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک خدا اپنے وجود کا آپ پتہ نہ دے اور اپنی اَنَا الْمَوْجُوْد کی آواز سے اپنی ہستی کو آپ ظاہر نہ کرے تب تک انسان کا صرف اپنا یک طرفہ خیال ...... کہ خدا موجود ہے کب کسی دِل کو پورے یقین تک پہنچا سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تمام اعمال حسنہ کی بنیاد یقین ہے اور یقین ہی کے پاک چشمہ سے نیک اعمال نشوونما پاتے ہیں۔ خدا کا وجود ایسا عمیق در عمیق اور نہاں در نہاں ہے کہ بجز خدا کے ہی ہاتھ کے جلوہ نما نہیں ہو سکتا۔“

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد ۲۳ صـ ۲۱۱)

”...... اور خدا کی ہستی کے ماننے کیلئے اس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم اَور کوئی راہ نہیں کہ وہ غیب کی باتیں اور پوشیدہ واقعات

اور آئندہ زمانہ کی خبریں اپنے خاص لوگوں کو بتلاتا ہے اور وہ نہاں در نہاں اسرار، جن کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے، اپنے مقربوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کیونکہ انسان کیلئے کوئی راہ نہیں جس کے ذریعہ سے آئندہ زمانہ کی ایسی پوشیدہ اور انسانی طاقتوں سے بالاتر خبریں اس کو مل سکیں۔ اور بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ غیب کے واقعات اور غیب کی خبریں بالخصوص جن کے ساتھ قدرت اور حکم ہے ایسے امور ہیں جن کے حاصل کرنے پر کسی طور سے انسانی طاقت خود بخود قادر نہیں ہو سکتی۔"

(تریاق القلوب ۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۴۲)

؎ سِرِّ سربستہ و ورائے وراء
کہ کشاید بدونِ وحیٔ خدا
رازِ ذاتِ نہاں کہ گوید باز
جز خدائیکہ ہست محرمِ راز

"…… غرض تمام برکات اور یقین کی کنجی وہ کلام قطعی اور یقینی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر نازل ہوتا ہے۔ جب خدائے ذوالجلال کسی اپنے بندہ کو اپنی طرف کھینچتا ہے تو اپنا کلام اُس پر نازل کرتا ہے اور اپنے مکالمات کا اس کو شرف بخشتا ہے اور اپنے خارق عادت نشانوں سے اس کو تسلّی دیتا ہے اور ہر ایک پہلو سے اس پر ثابت کر دیتا ہے کہ وہ اس کا کلام ہے تب وہ کلام قائمقام دیدار کا ہو جاتا ہے اس روز انسان سمجھتا ہے کہ خدا ہے کیونکہ اَنَا الْمَوْجُوْد کی آواز سُنتا ہے۔"

(نزول المسیح ۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۳)

؎ خدا پر خدا سے یقین آتا ہے
وہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہے

اس میں کچھ شک نہیں کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا شاہد ہے۔ چشمۂ خورشید میں اُسی کی موجیں مشہود ہیں، ہر ستارے میں اُسی کی چمکار کا تماشا ہے، خوبرویوں میں اُسی کا حُسن جلوہ کناں ہے اور اس کائنات میں ہر لحظہ و ہر آن ظاہر ہونیوالی خدا تعالیٰ کی لاتعداد صفات و تجلّیات اس کے وجود کی گواہ ہیں لیکن اُس کی صفتِ تکلّم ان سب پر حاوی اور غالب ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ صفتِ تکلّم ہی وہ عظیم الشان صفت ہے جو اُس پاک ذات کی اعلیٰ درجہ کی صفات سے پردہ اُٹھاتی ہے اور اس کی عظیم الشان تجلّیات کو دنیا پر ظاہر کرتی ہے اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اُس کی صفات میں ظہور کے لحاظ سے سب سے اوّل اسی صفت کا ظہور ہوا اور اُس نے اپنے ایک کلمہ "کُنْ" کے ساتھ اس وسیع و عریض اور نہایت درجہ محکم اور بے نظیر کائنات کو وجود بخشا۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"…… اور خدا تعالیٰ نے یہ بھی ہم پر کھول دیا ہے کہ سورج وغیرہ بذاتِ خود کچھ چیز نہیں۔ یہ اُسی کی طاقت زبردست ہے جو پردہ میں ہر کام کر رہی ہے۔ وہی ہے جو چاند کو پردہ پوش اپنی ذات کا بنا کر اندھیری راتوں کو روشنی بخشتا ہے جیسا کہ وہ تاریک دلوں میں داخل ہو کر ان کو منور کر دیتا ہے اور آپ انسان کے اندر بولتا ہے۔ وہی ہے جو اپنی طاقتوں پر سورج کا پردہ ڈال کر دن کو ایک عظیم الشان روشنی کا مظہر بنا دیتا ہے اور مختلف فصلوں میں مختلف اپنے کام ظاہر کرتا ہے۔

اُسی کی طاقت آسمان سے برستی ہے جو مینہ کہلاتی ہے اور خشک زمین کو سرسبز کر دیتی ہے۔

اُسی کی طاقت آگ میں ہو کر جلاتی ہے اور ہوا میں ہو کر دم کو تازہ کرتی ہے اور پھولوں کو شگفتہ کرتی اور بادلوں کو اٹھاتی اور آواز کو کانوں تک پہنچاتی ہے۔

یہ اُسی کی طاقت ہے کہ زمین کی شکل میں مجسّم ہو کر نوعِ انسان اور حیوانات کو اپنی پُشت پر اٹھا رہی ہے۔

مگر کیا یہ چیزیں خدا ہیں؟ نہیں، بلکہ مخلوق۔ مگر ان کے اَجرام میں خدا کی طاقت ایسے طور سے پیوست ہو رہی ہے کہ جیسے قلم کے ساتھ ہاتھ ملا ہوا ہے۔ اگرچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قلم لکھتی ہے۔ مگر قلم نہیں لکھتی بلکہ ہاتھ لکھتا ہے۔ یا مثلاً ایک لوہے کا ٹکڑا جو آگ میں پڑ کر آگ کی شکل بن گیا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ جلاتا ہے اور روشنی بھی دیتا ہے مگر دراصل وہ صفات اس کی نہیں بلکہ آگ کی ہیں۔

اسی طرح تحقیق کی نظر سے یہ بھی سچ ہے کہ جس قدر اجرامِ فلکی و عناصر ارضی بلکہ ذرّہ ذرّہ عالم سفلی و علوی کا مشہود اور محسوس ہے، یہ سب باعتبار اپنی مختلف خاصیتوں کے جو اِن میں پائی جاتی ہیں، خدا کے نام ہیں اور خدا کی صفات ہیں اور خدا کی طاقت ہیں جو ان کے اندر پوشیدہ طور پر جلوہ گر ہے اور یہ سب ابتدا میں اُسی کے کلمے تھے جو اسی کی قدرت نے اُن کو مختلف رنگوں کو ظاہر کر دیا۔ نادان سوال کریگا کہ خدا کے جلوے کیونکر مجسّم ہوئے؟ کیا خدا ان کے علیحدہ ہونے سے کم ہو گیا؟ مگر اس کو سوچنا چاہئیے کہ آفتاب سے جو ایک شیشی آگ حاصل کرتی ہے وہ آگ آفتاب سے کچھ کم نہیں کرتی۔ ایسا ہی جو کچھ چاند کی تاثیر سے پھلوں میں فربہی آتی ہے وہ چاند کو دُبلا نہیں کر دیتی۔

یہی خدا کی معرفت کا بھید اور تمام روحانی امور کا مرکز ہے کہ خدا کے کلمات سے ہی دنیا کی پیدائش ہے۔"

(نسیم دعوت ، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۲۳، ۴۲۴)

؎ ہمہ عالم گواہ آلائش
ابلہ مُنکر ز وحی و القایش

صرف یہی نہیں کہ اس کائنات کا آغاز خدا کے کلام سے ہوا اور اس کے کلمات سے یہ دنیا وجود میں آئی بلکہ وہی ہے جو ربّ العالمین ہے اور قیّوم العالمین ہے۔ اس کا اپنی مخلوق سے زندہ تعلق قائم ہے اور وہی ہے جو ہر ایک امر کا انتظام کرتا ہے اور نظام کائنات کو کنٹرول کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ

ایّام ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط

تمہارا رب یقیناً اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ وقتوں میں پیدا کیا۔ پھر وہ عرش پر قرار فرما ہوا وہ ہر امر کا انتظام کرتا ہے۔ (سورۃ یونس : ۴)

اور سورہ ہود میں فرمایا:

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ وقتوں میں پیدا کیا ہے۔ اور اس کا عرش پانی پر ہے۔ (سورۃ ھود : ۸)

قرآن کریم میں متعدد جگہ کلام الٰہی کو پانی سے مشابہت دی گئی ہے کیونکہ جسطرح پانی پر جسمانی زندگی کی بنیاد ہے اسی طرح روحانی حیات خدا تعالیٰ کے کلام پر منحصر ہے۔ اور کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ کہہ کر خدا تعالیٰ نے اپنی صفات کا ظہور کلام الٰہی سے وابستہ فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی ہے جو آسمان سے زمین تک ہر امر کا انتظام فرماتا ہے۔ ہوائیں وہی چلاتا ہے، بادل وہی برساتا ہے، سمندر میں کشتیاں اُسی کے حکم سے چلتی ہیں، ہر قسم کی نباتات اسی کے حکم سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے اور ایک پتہ بھی اس کے حکم کے بغیر نہیں گرتا اور جیسا کہ اس نے فرمایا ہے۔ "کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ"۔ ان تمام صفات کا ظہور کلام الٰہی سے وابستہ ہے اور اس کے سارے نظام حکومت کی بنیاد وحی والہام پر ہے۔ وہ آسمان کی طرف بھی وحی کرتا ہے اور زمین کی طرف بھی، فرشتوں سے بھی کلام فرماتا ہے اور انسانوں سے بھی، مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی، شہد کی مکھی بھی اس کی وحی سے حصّہ پاتی ہے اور درختوں کے پتے بھی۔ الغرض زمین و آسمان میں کوئی کام اس کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔ دوا اُسی کے حکم سے شفا دیتی ہے اور دُعا اُسی کے حکم سے غیر ممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ آگ اس کے حکم کے بغیر جلا نہیں سکتی۔ جیسے مثلاً جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق کے دشمنوں نے آگ میں ڈالا تو خدا نے آگ کو جو طبعی طور پر جلانے کی خاصیت رکھتی ہے، آسمان سے وحی کی اور فرمایا

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰھِیْمَ۔ (الانبیاء : ۷۰)

چنانچہ اس آگ نے خدا کی آواز کو سُنا اور اس پر لبّیک کہا اور وہ بجائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے ان کیلئے ٹھنڈی ہو گئی اور سلامتی کا موجب بن گئی۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"...... یہ طبعی سلسلہ خود بخود نہیں بلکہ ان چیزوں کے تمام ذرّات خدا کی آواز سنتے ہیں اور اس کے فرشتے ہیں یعنی اس کی طرف سے ایک کام کیلئے مقرر شدہ ہیں۔ پس وہ کام اس کی مرضی کے موافق وہ کرتے رہتے ہیں۔ سونے کے ذرّات سونا بناتے رہتے ہیں اور چاندی کے ذرّات چاندی بناتے رہتے ہیں اور موتی کے ذرّات موتی بناتے ہیں اور انسانی وجود کے ذرّات ماؤں کے پیٹ میں انسانی بچہ تیار کرتے ہیں اور یہ ذرّات خود بخود کچھ بھی کام نہیں کرتے بلکہ خدا کی آواز سُنتے ہیں اور اس کی مرضی کے موافق کام کرتے ہیں۔"

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۶۲، ۴۶۳)

الغرض خدا تعالیٰ کا کلام اس کثرت سے دنیا پر جلوہ فرما ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا ○

تُو انہیں کہہ دے کہ اگر (ہر ایک) سمندر میرے رب کی باتوں (کے لکھنے) کیلئے روشنائی بن جاتا تو میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے (ہر ایک) سمندر (کا پانی) ختم ہو جاتا گو (اسے) زیادہ کرنے کیلئے ہم اتنا (ہی) اور (پانی سمندر میں) لا ڈالتے۔ (الکہف : ۱۱۰)

اسی طرح فرمایا:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ○

اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں اُن کی قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی سے بھرا ہوا ہو۔ اس طرح کہ سات اور سیاہی کے سمندر اس میں ملا دیئے جائیں تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ اللہ یقیناً غالب (اور) بڑی حکمتوں والا ہے۔ (لقمان : ۲۸)

خدا تعالیٰ کی ذات عمیق در عمیق اور نہاں در نہاں ہے۔ "لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ" انسانی نظریں اسے نہیں پا سکتیں کیونکہ وہ "اللَّطِیْفُ" ہے۔ "وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ" وہ خود انسانی نگاہوں تک پہنچتا ہے وہ "اَلْخَبِیْرُ" ہے۔ الہام کے ذریعہ اپنے وجود سے متعلق آپ خبر دیتا ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" از منۂ سابقہ میں بھی جب کسی نے خدا کے نام اور اسکی صفات کاملہ سے پوری پوری واقفیت حاصل کی تو الہام ہی کے ذریعہ سے کی اور عقل کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں بھی توحید الٰہی شائع نہ ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جس جگہ الہام نہ پہنچا اس جگہ کے لوگ خدا کے نام سے بے خبر اور حیوانات کی طرح بے تمیز اور بے تہذیب رہے۔"

(براھین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل حاشیہ صفحہ ۲۱۹)

ہر کہ حق را یافت از الہام یافت
ہر رُخے کو تافت از الہام تافت

الغرض خدا شناسی کی ابتداء الہام ہی سے ہوئی اور ہمیشہ توحید الٰہی صرف الہام کے ذریعہ سے پھیلتی رہی ہے اور معرفت الٰہی کے طالبوں کے لئے قدیم سے یہی دروازہ کھلا رہا ہے۔ اور یہی وہ بنیادی حقیقت ہے جو سلسلہ وحی و الہام کے جاری و ساری رہنے کی ضرورت کو ثابت کرتی ہے۔

دیگر این است نیز ہم برہاں
بر ضرورات وحیٔ آں رحماں
کر چنیں شہرت خدائے یگاں
ہر گز از جہدِ عقل ھا نتواں
گر نہ گفتے خدا انا الموجود
چوں فتادے جہاں برش بسجود
ایں ہمہ شور ہستیٔ آں یار
کہ از و عالم ست عاشق زار
خود بینداخت آں خدائے جہاں
نہ بشر کرد بر سرِ احساں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ۲۷) یعنی وہ (خدا) اپنی مخفی در مخفی، نہاں در نہاں اور وراء الوراء ذات (اور صفات) کا حقیقی اور کامل اظہار صرف اسی پر کرتا ہے جسے وہ رسالت کے لئے پسند کر لیتا ہے۔ وہ اس سے بکثرت کلام فرماتا ہے۔ وہ اُسے کثرت کے ساتھ ایسے امور غیبیہ پر اطلاع بخشتا ہے جن کا حاصل کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ وہ اسے ایسے علوم عطا فرماتا ہے جن سے فرشتے بھی واقف نہیں ہوتے اور وہ "سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ اپنے نبی کی معجزانہ تائیدات اور نصرت کے عظیم الشان نشان ظاہر فرماتا ہے اور خدا کے پاک نبیوں کی پیشگوئیاں دنیا میں آفتاب کی طرح ظاہر ہو کر زندہ خدا کی ہستی کا تازہ بتازہ ثبوت بہم پہنچاتی ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"...... بات یہ ہے کہ ایک طرف تو حضرت احدیت جلشانہٗ کی ذات نہایت درجہ استغناء اور بے نیازی میں پڑی ہے۔ اس کو کسی کی ہدایت اور ضلالت کی پرواہ نہیں اور دوسری طرف وہ بالطبع یہ بھی تقاضا فرماتا ہے کہ وہ شناخت کیا جائے اور اس کی رحمت ازلی سے لوگ فائدہ اٹھاویں۔ پس وہ ایسے دل پر جو اہل زمین کے تمام دلوں میں سے محبت اور قُرب اور سبحانہٗ کا حاصل کرنے کیلئے کمال درجہ پر فطرتی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور نیز کمال درجہ کی ہمدردی بنی نوع کی اس کی فطرت میں ہے، تجلّی فرماتا ہے اور اس پر اپنی ہستی اور صفات ازلیّہ ابدیّہ کے انوار ظاہر کرتا ہے اور اس طرح وہ خاص اور اعلیٰ فطرت کا آدمی جس کو دوسرے لفظوں میں نبی کہتے ہیں اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔

پھر وہ نبی بوجہ اسکے کہ ہمدردی بنی نوع کا اس کے دل میں کمال درجہ پر جوش ہوتا ہے، اپنی روحانی توجہات اور تضرع اور انکسار سے یہ چاہتا ہے کہ وہ خدا جو اس پر ظاہر ہوا ہے دوسرے لوگ بھی اس کو شناخت کریں اور نجات پاویں اور وہ دلی خواہش سے اپنے وجود کی قربانی خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس تمنا سے کہ لوگ زندہ ہو جائیں کئی موتیں اپنے لئے قبول کر لیتا ہے اور بڑے بڑے مجاہدات میں اپنے تئیں ڈالتا ہے جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ تب اگرچہ خدا مخلوق سے بے نیاز اور مستغنی ہے مگر اس کے دائمی غم اور حزن اور کرب و قلق اور تذلّل اور نیستی اور نہایت درجہ کے صدق اور صفا پر نظر کر کے مخلوق کے مستعد دلوں پر اپنے نشانوں کے ساتھ اپنا چہرہ ظاہر کر دیتا ہے اور اس کی پر جوش دعاؤں کی تحریک سے جو آسمان پر ایک صعبناک شور ڈالتی ہیں خدا تعالیٰ کے نشان زمین پر بارش کی طرح برستے ہیں اور عظیم الشان خوارق دنیا کے لوگوں کو دکھلائے جاتے ہیں جن سے دنیا دیکھ لیتی ہے کہ خدا ہے اور خدا کا چہرہ نظر آجاتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۱۱۶، ۱۱۷)

پس

"یاد رہے کہ خدا کے وجود کا پتہ دینے والے اور اس کے واحد لاشریک ہونے کا علم لوگوں کو سکھانے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں اور اگر یہ مقدس لوگ دنیا میں نہ آتے تو صراطِ مستقیم کا یقینی طور پر پانا ایک ممتنع اور محال امر تھا۔ اگرچہ زمین و آسمان پر غور کر کے اور ان کی ترتیب ابلغ اور محکم پر نظر ڈال کر ایک صحیح الفطرت اور سلیم العقل انسان دریافت کر سکتا ہے کہ اس کارخانہ پُرحکمت کا بنانے والا کوئی ضرور ہونا چاہیئے لیکن اس فقرہ میں کہ ضرور ہونا چاہیئے اور اس فقرہ میں کہ واقعی وہ موجود ہے، بہت فرق ہے۔

واقعی وجود پر اطلاع دینے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں جنہوں نے ہزارہا نشانوں اور معجزات سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ وہ ذات، جو مخفی در مخفی اور تمام طاقتوں کی جامع ہے، درحقیقت موجود ہے۔

اور سچ تو یہ ہے کہ اسقدر عقل بھی کہ نظام عالم کو دیکھ کر صانع حقیقی کی ضرورت محسوس ہو، یہ مرتبہ عقل بھی نبوت کی شعاعوں سے ہی مستفیض ہے۔ اگر انبیاء علیہم السلام کا وجود نہ ہوتا تو اسقدر عقل بھی کسی کو حاصل نہ ہوتی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگرچہ زمین کے نیچے پانی بھی ہے مگر اس پانی کا بقا اور وجود آسمانی پانی سے وابستہ ہے۔ جب کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ آسمان سے پانی نہیں برستا تو زمینی پانی بھی خشک ہو جاتے ہیں اور جب آسمان سے پانی برستا ہے تو زمین میں بھی پانی جوش مارتا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے آنے سے عقلیں تیز ہو جاتی ہیں اور عقل جو زمینی پانی ہے اپنی حالت میں ترقی کرتی ہے اور پھر جب ایک مدت دراز اس بات پر گزرتی ہے کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوتا تو عقلوں کا زمینی پانی گندہ اور کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور دنیا میں بُت پرستی اور شرک اور ہر ایک قسم کی بدی پھیل جاتی ہے۔ پس جس طرح سے آنکھ میں ایک روشنی ہے اور وہ باوجود اس روشنی کے پھر بھی آفتاب کی محتاج ہے اسی طرح دنیا کی عقلیں جو آنکھ سے مشابہ ہیں ہمیشہ آفتاب نبوت کی محتاج رہتی ہیں اور جبھی کہ وہ آفتاب پوشیدہ ہو جائے ان میں فی الفور کدورت اور تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا تم صرف آنکھ سے کچھ دیکھ سکتے ہو۔؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح تم بغیر نبوت کی روشنی کے بھی کچھ نہیں دیکھ سکتے۔

پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ہے خدا کا شناخت کرنا نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے اس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے کہ بجز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے۔ نبی خدا کی صورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اپنے تئیں دنیا پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو نبی کو جو اس کی قدرتوں کا مظہر ہے دنیا میں بھیجتا ہے اور اپنی وحی اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی ربوبیت کی طاقتیں اس کے ذریعہ دکھلاتا ہے تب دنیا کو پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے۔

پس جن لوگوں کا وجود ضروری طور پر خدا کے قدیم قانونِ ازلی کے رُو سے خدا شناسی کے لئے ذریعہ مقرّر ہو چکا ہے ان پر ایمان لانا توحید کی ایک جزو ہے اور بجز اس ایمان کے توحید کامل نہیں ہو سکتی کیونکہ ممکن نہیں کہ بغیر اُن آسمانی نشانوں اور قدرت نما عجائبات کے، جو نبی دکھلاتے ہیں اور معرفت تک پہنچاتے ہیں، وہ خالص توحید جو چشمۂ یقینِ کامل سے پیدا ہوتی ہے میسّر آسکے۔

وہی ایک قوم ہے جو خُدا نما ہے جن کے ذریعہ سے وہ خدا جس کا وجود دقیق در دقیق اور مخفی در مخفی اور غیب الغیب ہے ظاہر ہوتا ہے اور ہمیشہ سے وہ کنزِ مخفی جس کا نام خدا ہے نبیوں کے ذریعہ سے ہی شناخت کیا گیا ہے۔ ورنہ وہ توحید جو خدا کے نزدیک توحید کہلاتی ہے جس پر عملی رنگ کامل طور پر چڑھا ہوا ہوتا ہے، اس کا حاصل ہونا بغیر نبی کے جیسا کہ خلاف عقل ہے ویسا ہی خلافِ تجارب سالکین ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۶)

الغرض،

"...... راستباز کی معجزانہ زندگی واقعی طور پر اور مشاہدہ کے پیرایہ میں خدائے تعالیٰ کی ہستی کو دکھلاتی ہے کیونکہ راستباز اپنی سب ابتدائی حالت میں ایک ذرّہ بے مقدار کی طرح ہوتا ہے یا ایک رائی کے بیج کی طرح جس کو ایک کسان نے بویا، اور نہایت ذلیل حالت میں پڑا ہوا ہوتا ہے تب وحی کے ذریعہ سے خدا دنیا کو اطلاع دیتا ہے کہ دیکھو میں اس کو بناؤں گا۔ میں ستاروں کی طرح اس میں چمک ڈالوں گا اور آسمان کی طرح اس کو بلند کروں گا اور ایک ذرّہ کو ایک پہاڑ کی طرح کر دکھاؤں گا۔

پھر بعد اس کے باوجود اس بات کے کہ دنیا کے تمام شریر چاہتے ہیں کہ وہ ارادۂ الٰہی معرضِ التوا میں رہے اور ناخنوں تک زور لگاتے ہیں کہ وہ امر ہونے نہ پائے مگر وہ رُک نہیں سکتا جب تک پورا نہ ہو اور خدا کا ہاتھ سب روکوں کو دور کر کے اس کو پورا کرتا ہے، وہ ایک گمنام کو ایسی شہرت دیتا ہے کہ کبھی اس کے باپ دادوں کو نصیب نہ ہوئی، وہ ہر میدان میں اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور ہر ایک جنگ میں اس کو فتح دیتا ہے اور ایک دنیا کو اس کا غلام کرتا ہے اور لاکھوں انسانوں کو اس کی طرف کھینچ لاتا ہے اور اس کی تعلیم ان کے دلوں میں بٹھا دیتا ہے اور روح القدس سے ان کی مدد کرتا ہے، وہ اس کے دشمنوں کا دشمن اور اس کے دوستوں کا دوست ہو جاتا ہے اور اس کے دشمن سے وہ آپ لڑتا ہے۔

...... راستباز کی معجزانہ زندگی آسمان و زمین سے زیادہ خدائے تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ لوگوں نے زمین و آسمان کو بچشم خود خدا کے ہاتھ سے بنتے نہیں دیکھا لیکن وہ بچشم خود دیکھ لیتے ہیں کہ خدا راستباز کے اقبال کی عمارت کو اپنے ہاتھ سے بناتا ہے ......۔

پس یہ نشان حق کے طالبوں کو حق الیقین تک پہنچاتا ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کے وجود پر ایک قطعی دلیل ہوتی ہے مگر ان کیلئے جو خدائے تعالیٰ کے طالب ہیں اور تکبّر نہیں کرتے اور حق پا کر انکسار سے قبول کر لیتے ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم و نصرت الحق، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۹، ۴۰)

اگرچہ خدا تعالیٰ کا کلام ہر لحظہ اس کائنات پر جلوہ فرما ہے اور زمین و آسمان کی ہر شئے کی طرف اس کی وحی جاری ہے لیکن ہر چیز اپنے اپنے ظرف اور دائرہ استعداد فطرت کے مطابق اس وحی سے حصّہ پاتی ہے۔ شہد کی مکھی اپنے دائرۂ استعداد کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے، ملائکہ اپنے حسب مراتب اور انسان اپنے ظرف کے مطابق اس کلام سے حصّہ پاتا ہے۔ اسی حقیقت کیطرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا (الرعد: ۱۸)

یعنی خدا نے آسمان سے پانی (اپنا کلام) اتارا سو اس پانی سے ہر ایک وادی اپنی قدر کے موافق بہہ نکلی یعنی ہر ایک کو اس میں سے اپنی طبیعت اور خیال اور لیاقت کے موافق حصّہ ملا۔

اور جیسا کہ یہ امر معروف اور معلوم ہے کہ تمام انسان اپنے دائرہ استعداد فطرت کے لحاظ سے برابر نہیں ہیں اسی طرح سب کے سب قبولِ فیوضِ کلام الٰہی میں بھی ایک ہی مقام پر نہیں ہو سکتے کہ وہ لوگ بھی جنکا خدا تعالیٰ سے کامل تعلق ہوتا ہے اور وہ کامل اور مصفّا الہام پاتے ہیں بسبب طبعی تفاوت دائرہ استعداد، خدا تعالےٰ کے کلام سے فیضیاب ہونیکے لحاظ سے، مختلف درجات و مراتب پر فائز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط

یہ (مذکورہ بالا) رسول وہ ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی تھی۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا۔ اور اُن میں سے بعض کے (فقط) درجات بلند کئے۔ (البقرہ: ۲۵۴)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ ہر ایک کی استعداد فطرت کے موافق اپنا چہرہ اس کو دکھا دیتا ہے اور فطرتوں کی کمی بیشی کی وجہ سے وہ چہرہ کہیں چھوٹا ہو جاتا ہے اور کہیں بڑا۔ جیسے مثلاً ایک بڑا چہرہ ایک آرسی کے شیشہ میں نہایت چھوٹا معلوم ہوتا ہے مگر وہی چہرہ ایک بڑے شیشہ میں بڑا دکھائی دیتا ہے۔ مگر شیشہ خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا، چہرہ کے تمام اعضاء اور نقوش دکھا دیتا ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ چھوٹا شیشہ پورا مقدار چہرہ کا دکھلا نہیں سکتا۔ سو جس طرح چھوٹے اور بڑے شیشہ میں یہ کمی بیشی پائی جاتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی ذات اگرچہ قدیم اور غیر متبدّل ہے مگر انسانی استعداد کے لحاظ سے اس میں تبدیلیاں ہوتی ہیں اور اس قدر فرق نمودار ہو جاتے ہیں کہ گویا اظہار صفات کے لحاظ سے جو زید کا خدا ہے اُس سے بڑھکر وہ ہے جو خالد کا خدا ہے۔ مگر خدا تین نہیں، خدا ایک ہی ہے صرف تجلّیات مختلفہ کیوجہ سے اس کی شانیں مختلف طور پر ظاہر ہوتی ہیں جیسا کہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ایک ہی ہے۔ خدا تین نہیں ہیں۔ مگر مختلف تجلیات کی رُو سے اُسی ایک خدا میں تین شانیں ظاہر ہوگئیں چونکہ موسیٰؑ کی ہمت صرف بنی اسرائیل اور فرعون تک ہی محدود تھی اسلئے موسیٰؑ پر تجلی قدرتِ الٰہی اُسی حد تک محدود رہی۔ اور اگر موسیٰ کی نظر اُس زمانہ اور آئندہ کے زمانوں کے تمام بنی آدم پر ہوتی تو توریت کی تعلیم بھی ایسی محدود اور ناقص نہ ہوتی جو اَب ہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰؑ کی ہمت صرف یہود کے چند فرقوں تک محدود تھی جو ان کی نظر کے سامنے تھے اور دوسری قوموں اور آئندہ زمانہ کے ساتھ ان کی ہمدردی کا کچھ تعلق نہ تھا اس لئے قدرتِ الٰہی کی تجلّی بھی ان کے مذہب میں اسی حد تک محدود رہی جس قدر ان کی ہمت تھی اور آئندہ الہام اور وحی الٰہی پر مُہر لگ گئی "

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۸-۲۹)

لیکن :-

" جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اسکی نظر محدود نہ تھی اور اس کی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لئے قدرت کی تجلّیات کا پورا اور کامل حصہ اُس کو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے "

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۹-۳۰)

پس :-

" ..... اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دُنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی۔ اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی ان کو نجاست سے اٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا، پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ انکو خدا دکھلا دیا اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کردی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمت کی نسبت ظہور میں نہ آئی ..... ۔

وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اسکی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار اِفاضہ اُسکے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اس نبیؐ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے "

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۸-۱۱۹)

اگرچہ خدا تعالیٰ قدیم سے انبیاء و رسل اور راستبازوں پر اپنے کلام کے ذریعہ اپنے وجود کو ظاہر فرماتا رہا ہے لیکن اس کی صفت تکلّم کی نہایت درجہ عظیم الشان، ارفع و اعلیٰ اور اکمل و اتم تجلّی اس کا وہ مقدس، لاریب اور بے نظیر کلام ہے جو انسانِ کامل، نبیوں کے سردار، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہؤا، اور جو قرآن مجید کی صورت میں ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہی ہے جو ہدایت کا آفتاب اور نورِ مُبین اور "خدا کا وجود دکھلانے کیلئے ایک آئینہ ہے"۔

یہ پاک کلام اپنی نہایت درجہ پُرحکمت اور بے نظیر فصاحت و بلاغت، اعلیٰ درجہ کے حقائق و دقائق ضروریہ کے بیان، اظہارِ امور غیبیہ، تاثیرات و برکاتِ روحانیہ اور انسانی طاقتوں سے بالا اور برتر ہونے کے اعتبار سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے کیونکہ جس طرح خدا تعالیٰ بے مثل و مانند اور اس کی مصنوعات و مخلوقات کی نظیر لانے سے انسان قاصر ہے اسی طرح یہ کلام بھی بے مثل اور بے نظیر ہے اور منجانب اللہ ہونے اور واحد و لاشریک خدا کی ہستی کا محکم ثبوت ہے۔

؎ بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

یہ کلام مجید نہ صرف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کیلئے خدا تعالیٰ کی ہستی کا ایک زبردست ثبوت تھا اور اس مبارک کلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہزارہا لوگوں کو زندہ خدا کی معرفت عطا کی اور انہیں باخدا اور خدا نما انسان بنا دیا بلکہ اس وقت سے لیکر آج تک یہ عظیم الشان کلام الٰہی کروڑہا بندوں کو معرفتِ الٰہی کے شیریں جام بخشتا آیا ہے۔ اور ہر دور اور ہر زمانہ میں اسکی عظیم الشان پیشگوئیاں نصف النہار کی طرح پوری ہو کر اسکی صداقت اور ایک عالم الغیب، زبردست قدرتوں اور طاقتوں کے مالک وراء الورٰی خدا کی ہستی کا ثبوت فراہم کرتی چلی جا رہی ہیں۔

اس پاک کلام کی مثال تو اس مضبوط جڑھوں والے درخت کی سی ہے جس کی شاخیں آسمان میں ہوں اور جو ہر دور اور ہر زمانہ اور ہر مقام میں اپنے رب کے حکم سے اس کی معرفت کے تازہ اور لذیذ اور شیریں پھل دیتا ہو۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اس دنیا میں ہمیشہ "قولِ ثابت" کے ذریعہ استحکام بخشتا ہے۔ اور آج بھی جو لوگ صدقِ دل سے "رَبُّنَا اللّٰہ"

کہتے اور پھر فوق الکرامت استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں جو انہیں ہر قسم کے خوف اور حزن سے حفاظت کا یقین دلاتے اور موعود جنت کی بشارات سے نوازتے ہیں۔

الغرض قرآن شریف میں

"ایک زبردست طاقت ہے جو اپنے پیروی کرنیوالوں کو ظنی معرفت سے یقینی معرفت تک پہنچاتی ہے اور وہ یہ کہ جب ایک انسان کامل طور پر اسکی پیروی کرتا ہے تو خدائی طاقت کے نمونے معجزہ کے رنگ میں اس کو دکھائے جاتے ہیں اور خدا اس سے کلام کرتا ہے اور اپنے کلام کے ذریعہ غیبی امور پر اسکو اطلاع دیتا ہے"۔

(چشمۂ معرفت ۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۰۲،۴۰۳)

پس سچ ہے

؎ قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

مگر افسوس کہ بعض مسلمان اپنی نادانی سے خیال کرتے ہیں کہ گویا اب خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے کلام کرنا بند کر دیا ہے اور امت محمدیہ، جو خیر امت کہلاتی ہے، اسکی ہستی کے اس قطعی اور یقینی ثبوت سے قیامت تک کیلئے محروم کر دی گئی ہے اور وہ خدا جس نے انسان کو قوت گویائی بخشی ہے، نعوذ باللہ، خود اس طاقت کو کھو بیٹھا ہے اور اس میں نطق کی طاقت نہیں رہی یا وہ بخیل ہو گیا ہے جو اس امت کو خود ہی خیر الامم قرار دینے کے بعد، اپنے اس اعلیٰ درجہ کے فیضان سے قیامت تک کیلئے محروم کر دیا ہے۔ بھلا اگر وہ اب کلام نہیں کرتا اور اپنے مضطر بندوں کی دعا قبول نہیں کرتا اور ان کی پکار کا جواب نہیں دیتا اور مصیبت کیوقت میں ان کی درد بھری فریادوں پر اُن کی مدد کو نہیں آتا تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ سمیع بھی ہے اور علیم بھی اور ولی بھی ہے اور مجیب بھی۔ اور ایسی صورت میں اسکی ہستی کی کیا دلیل باقی رہ جاتی ہے۔

؎ ہے غضب کہتے ہیں اب وحیٔ خدا مفقود ہے
اب قیامت تک ہے اس امت کا قصوں پر مدار
یہ عقیدہ برخلاف گفتۂ دادار ہے
پر اتارے کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
گوہر وحیٔ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اک یہی دیں کیلئے ہے جائے عزّ و افتخار
یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار

حقیقت یہ ہے کہ:۔

"قرآن شریف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ (المومن: ۱۶)

یعنی خدا جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے۔

اور فرماتا ہے کہ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (یونس: ۶۵)

یعنی مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں"۔

(چشمۂ معرفت ۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۱۹۹)

الغرض

"...... اسلام کی حقیقت اور حقانیت کی اوّل نشانی یہی ہے کہ اس میں ہمیشہ ایسے راستباز جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہو پیدا ہوتے ہیں تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ سو یہی معیار حقیقی، سچے اور زندہ اور مقبول مذہب کی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ نور صرف اسلام میں ہے"۔

(حجۃ الاسلام)

"خدا کا نام مُلْہِم اور مُنَزِّلُ الْوَحی بھی ہے اور خدا کی صفات کی نسبت تعطل اور بیکاری جائز نہیں بلکہ جیسا کہ جسمانی تربیت کے لحاظ سے خدا ہمیشہ رزاق ہے ایسا ہی اس کا روحانی رزق بھی روحانی تربیت کیلئے کبھی منقطع نہیں ہوتا"۔

(چشمۂ معرفت ۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۸۰)

"اور جیسا کہ انسان اُس روٹی سے جی نہیں سکتا کہ کسی وقت اُس نے پہلے زمانہ میں کھائی تھی بلکہ ہمیشہ اس کو بھوک کے وقت ایک تازہ روٹی کی ضرورت ہے ایسا ہی انسان کو ضرورت کے زمانہ میں تازہ وحی اور الہام کی ضرورت ہے تا اس کے ذریعہ سے تکمیل معرفت ہو"۔ (چشمۂ معرفت، رُوحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۷۹-۸۰)

"پھر جبکہ خدا تعالیٰ کا جسمانی قانون قدرت ہمارے لئے اب بھی وہی موجود ہے جو پہلے تھا تو پھر روحانی قانون قدرت اس زمانہ میں کیوں بدل گیا؟ نہیں ہرگز نہیں بدلا۔ پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وحیٔ الٰہی پر آئندہ کیلئے مُہر لگ گئی ہے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ ہاں خدا کے احکام جو امر اور نہی کے متعلق ہیں وہ عبث طور پر نازل نہیں ہوتے بلکہ ضرورت کے وقت خدا کی نئی شریعت نازل ہوتی ہے۔ یعنی ایسے زمانہ میں نئی شریعت نازل ہوتی ہے جب کہ نوع انسانی پہلے زمانہ کی نسبت بدعقیدگی اور بدعملی میں بہت ترقی کر جائے اور پہلی کتاب میں ان کیلئے کافی ہدایتیں نہ ہوں۔ لیکن یہ امر ثابت شدہ ہے کہ قرآن شریف نے دین کے کامل کرنیکا حق ادا کر دیا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ یعنی آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور مَیں اسلام کو تمہارا دین مقرر کر کے خوش ہوا۔

سو قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا ہے صرف مکالماتِ الٰہیہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اور وہ بھی خود بخود نہیں بلکہ سچے اور پاک مکالمات جو صریح اور کھلے طور پر نصرتِ الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اور بہت سے امور غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں وہ بعد تزکیۂ نفس محض پیروی قرآن شریف اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتے ہیں"۔

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۸۰)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس فیضانِ الٰہی کے استمرار اور اس سے فیضیاب ہونے کیطرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

" یہ مت خیال کرو کہ خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور روح القدس اب نہیں اُتر سکتا بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اتر چکا۔ اور مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس کے اترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا تم اپنے دلوں کے دروازے کھول دو تا وہ اُن میں داخل ہو۔ تم آفتاب سے خود اپنے تئیں دور ڈالتے ہو جب کہ اس شعاع کے داخل ہونیکی کھڑکی کو خود بند کرتے ہو۔

اے نادان اُٹھ ! اور اس کھڑکی کو کھول دے تب آفتاب خودبخود تیرے اندر داخل ہو جائے گا ۔ جبکہ خدا نے دُنیا کے فیضوں کی راہیں اس زمانہ میں تم پر بند نہیں کیں بلکہ زیادہ کیں تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہیں جنکی اِس وقت تمہیں بہت ضرورت تھی وہ تم پر اُس نے بند کر دی ہیں ؟ ۔ ہر گز نہیں ۔بلکہ بہت صفائی سے وہ دروازہ کھولا گیا ہے"

(کشتی نوح ۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۴،۲۵)

خدا تعالےٰ کا وہ قطعی اور غیر متبدل کلام جس کے ذریعہ وہ ہمیشہ نبیوں کے واسطہ سے دنیا پر ظاہر ہوتا آیا ہے جو اس کے نبیوں کی صداقت اور خود اس کی ہستی کا قطعی اور یقینی اور بیّن اور واضح ثبوت ہے ۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَإِ الْمُرْسَلِينَ ○

(الانعام : ۳۵)

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ سے پہلے جب بھی ہم نے دنیا کو ضلالت و گمراہی سے بچانے اور گناہوں سے پاک کرنے کیلئے رسول بھیجے تو ہمیشہ ان کی تکذیب کی گئی اور باوجود اس کے کہ انہیں جھٹلایا گیا اور انہیں تکلیف پہنچائی گئی وہ ہمیشہ صبر ہی کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی۔ اور اللہ تعالےٰ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ۔ اور تیرے پاس رسولوں کی بعض خبریں یقیناً آچکی ہیں ۔

اور سورۃ الصافات میں فرمایا ۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ○
إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ○
وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ○

اور ہمارا فیصلہ ہمارے بندوں یعنی رسولوں کیلئے پہلے گذر چکا ہے۔ (جو یہ ہے) کہ ان کی مدد کی جائے گی۔ اور ہمارا لشکر (یعنی مومنوں کا گروہ) ہی غالب رہے گا۔

(الصافات : ۱۷۲ ۔ ۱۷۴)

یہ وہ خدا تعالیٰ کا قطعی اور اٹل کلام ہے جس میں آپ کبھی بھی کوئی استثناء نہیں پائیں گے ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی زندگیاں اس کلام الٰہی کی صداقت پر گواہ ہیں ۔

جہاں بھی اور جس زمانہ میں بھی دنیا کو گناہوں سے نجات دلانے اور زندہ خدا کو دنیا پر ظاہر کرنے کیلئے خدا کے انبیاء و مرسلین مبعوث ہوئے تو

★ (i)۔ ہمیشہ ایک گروہ نے ان کی مخالفت اور تکذیب کی ۔ انہیں ساحر اور مجنون، کذّاب اور اشر، جھوٹا اور متکبّر اور دین سے برگشتہ کہا گیا۔ ان کی تبلیغ میں ہر ممکن رکاوٹ کھڑی کی اور انہیں نابود کرنے اور ایذا پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ۔

★ (ii)۔ اور یہ بھی اٹل اور غیر متبدّل سنّت ہے جو تمام انبیاء اور ان کے متبعین میں نظر آتی ہے کہ ہمیشہ انہوں نے ان تکالیف اور ایذا رسانیوں کے بالمقابل صبر سے کام لیا۔ گالیاں سُنیں اور دعائیں دیں ۔ دکھ پایا اور دشمنوں کے آرام کے خواہاں ہوئے۔ ان کی تکذیب اور مخالفت انہیں اپنے مقصد سے باز نہ رکھ سکی بلکہ وہ فوق الکرامت صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آسمانی پیغام کی اشاعت اور تبلیغ میں مصروف رہے ۔

★ (iii)۔ اور آپ اس بات میں بھی کہیں کوئی استثناء نہیں پائیں گے کہ ہمیشہ انجام کار خدا کے انبیاء و مرسلین ہی غالب آئے اور فتح و کامرانی ان کے حصہ میں آئی ۔

قرآن مجید نے اس پہلو سے تفصیل کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور انکی اقوام کے حالات پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخ انبیاء اس کلام الٰہی کی صداقت پر کھلی کھلی گواہ ہے ۔ کیا نوح علیہ السلام کے زمانہ کی خبریں آپ تک نہیں پہنچیں ؟ ۔ کیا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ آپ کو معلوم نہیں ؟ ۔ کیا آپ قومِ عاد اور ثمود اور مدین کے واقعات سے بیخبر ہیں ؟ ۔ یا فرعونِ موسیٰ کی غرقابی کا واقعہ آپ کی نظروں سے اوجھل ہے ؟ ۔ اور کیا آپ نہیں جانتے کہ خدا تعالےٰ کا کلام " لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي " (سورۃ مجادلہ آیت ۲۲) یعنی میں اور میرے رسول یقیناً ہمیشہ غالب آیا کرتے ہیں، سید ولدِ آدم خاتم النبیین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کس شان سے پورا ہوا ؟ ۔ وہ جو آپؐ کو ہلاک کرنا چاہتے تھے خود انہی کے مقدّر میں ہلاکت رکھ دی گئی۔ وہ جو آپؐ کی بربادی کے متمنّی تھے خود انہیں کے ہاتھ شَل کر دیئے گئے اور وہ جو آپؐ کی ذلت کے خواہاں تھے، ذلّت و مسکنت ان کے حصہ میں آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے "إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا" (سورۃ المومن آیت ۵۲) کے خدائی کلام کے مطابق آپؐ اور آپؐ کے ساتھی مومن، میدان پر میدان مارتے اور منزل پر منزل فتح کرتے ہوئے ساری دنیا پر چھا گئے ۔ انہوں نے باوجود نہتّے اور کمزور ہونے کے طاقتوروں کو زیر کیا اور باوجود تھوڑے ہونے کے بہتوں کو شکست دی۔ یہ سب کچھ کسطرح اور کیونکر ہوا ؟ کیا ایسا کرنا انسان کی طاقت میں تھا؟ ۔ نہیں اور ہر گز نہیں ۔ بلکہ یہ سب خدا کے کلام کا نتیجہ تھا اور ان سب فتوحات و ترقیات اور غلبہ کے پیچھے دراصل اس قادر و توانا کا ہاتھ تھا جو سب سے اوپر اور سب پر غالب ہے اور جس کی شان یہ ہے کہ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

پس

"... ہم اس خدا کو سچا خدا جانتے ہیں جس نے ایک مکّہ کے غریب و بے کس کو اپنا نبی بنا کر اپنی قدرت اور غلبہ کا جلوہ اُسی زمانہ میں تمام جہانوں کو دکھایا۔ یہانتک کہ جب شاہ ایران نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کیلئے اپنے سپاہی بھیجے تو اس قادر خدا نے اپنے رسول کو فرمایا کہ سپاہیوں کو کہدے کہ آج رات کو میرے خدا نے تمہارے خداوند کو قتل کر دیا ہے۔"

(چشمۂ مسیحی، روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۳۵۳)

اسلام قصوں اور کہانیوں کا مذہب نہیں بلکہ حق وصداقت کا علمبردار ایک زندہ مذہب ہے۔ **"اسلام اس وقت موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔"** اور وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ امتِ محمدیہ میں بیشمار ایسے بندگانِ خدا اور بنی اسرائیل کے نبیوں کے مشابہ ایسے علماءِ ربانی گزرے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے اپنے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف بخشا۔ ان پر غیب کی خبریں ظاہر کیں۔ ایسی خبریں جو انسانی دسترس سے برتر اور بالا تھیں اور پھر معجزانہ رنگ میں انہیں پورا فرما کر اپنی ہستی کو دنیا پر ثابت فرمایا۔ انہی راستبازوں میں سے ایک وہ بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل متابعت اور قرآن شریف کی برکت سے نبوت کا مقام عطا ہوا۔ یعنی سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے کثرت سے غیب کی خبریں ظاہر فرمائیں اور ہزارہا قسم کے تائیدی نشانات و معجزات سے نوازا تا دنیا کو اس وراء الوریٰ، حیّ و قیوم، قادر و توانا خدا کی ہستی پر زندہ اور کامل یقین حاصل ہو۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"..... وہ خدا جو کبھی اپنے وجود کو بے دلیل نہیں چھوڑتا۔ وہ جیسا کہ تمام نبیوں پر ظاہر ہوا اور ابتداء سے زمین کو تاریکی میں پا کر روشن کرتا آیا ہے اس نے اس زمانہ کو بھی اپنے فیض سے محروم نہیں رکھا بلکہ جب دنیا کو آسمانی روشنی سے دور پایا تب اُس نے چاہا کہ زمین کی سطح کو ایک نئی معرفت سے منوّر کرے اور نئے نشان دکھلائے اور زمین کو روشن کرے۔ سو اُس نے مجھے بھیجا۔"

(تحفۂ قیصریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۳)

آں خدائے کہ ازو اہل جہاں بے خبر اند
بر من جلوہ نمود ست گر اہلی بپذیر

اسی طرح آپ نے فرمایا۔

"...... جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا میری دعائیں سُنتا اور بڑے بڑے نشان میرے لئے ظاہر کرتا اور مجھ سے ہمکلام ہوتا اور اپنے غیب کے اسرار پر مجھے اطلاع دیتا ہے اور دشمنوں کے مقابل پر اپنے قوی ہاتھ کیساتھ میری مدد کرتا ہے اور ہر میدان میں مجھے فتح بخشتا ہے تو میں ایسے قادر اور غالب خدا کو چھوڑ کر اسکی جگہ کس کو قبول کر لوں۔

میں اپنے پورے یقین سے جانتا ہوں کہ خدا وہی قادر خدا ہے جس نے میرے پر تجلّی فرمائی اور اپنے وجود سے اور اپنے کلام اور کام سے مجھے اطلاع دی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ قدرتیں جو میں اُس سے دیکھتا ہوں اور وہ علمِ غیب جو میرے پر ظاہر کرتا ہے اور وہ قوی ہاتھ جس سے میں ہر خطرناک موقعہ پر مدد پاتا ہوں وہ اسی کامل اور سچے خدا کی صفات ہیں جس نے آدم کو پیدا کیا اور جو نوح پر ظاہر ہوا اور طوفان کا معجزہ دکھلایا۔ وہ وہی ہے جس نے موسیٰ کو مدد دی جبکہ فرعون اس کو ہلاک کرنے کو تھا۔ وہ وہی ہے جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیّد الرسل کو کفروں اور مشرکوں کے منصوبہ سے بچا کر فتحِ کامل عطا فرمائی۔ اُسی نے اس آخری زمانہ میں میرے پر تجلّی فرمائی۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۹۸)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن عظیم الشان امورِ غیبیہ پر اطلاع بخشی اور اپنی وحی والہام کے ذریعہ مستقبل میں ظاہر ہونیوالے عظیم الشان تغیرات سے متعلق خبریں عطا فرمائیں۔ یہ خبریں اپنوں سے متعلق بھی تھیں اور غیروں سے متعلق بھی۔ دوستوں سے متعلق بھی تھیں اور دشمنوں سے متعلق بھی۔ اسلام و احمدیت کی ترقی اور غلبہ سے متعلق بھی تھیں اور عالمی تغیرات سے متعلق بھی۔ اور اس وقت سے آج تک یہ پیشگوئیاں اپنے اپنے وقت پر پوری ہو کر الہام و کلامِ الٰہی کی صداقت اور ایک عالم الغیب خدا کی ہستی کا زندہ اور تازہ بتازہ ثبوت فراہم کرتی چلی جا رہی ہیں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"..... خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دیگا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کریگا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہانتک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔

.... سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹)

زمانہ گواہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کا یہ کلام حرف بحرف پورا ہوا اور ہوتا چلا جا رہا ہے اور ہر آنے والا دن اس کلام خدا کی صداقت کو روشن سے روشن تر کرتا چلا جا رہا ہے۔ باوجودیکہ آپ کے ان اعلانات پر ایک گروہ نے آپ کی مخالفت کی اور جیسا کہ تمام نبیوں سے ہوتا آیا ہے آپ کی تکذیب کی گئی۔ آپ کے خلاف تکفیر کا بازار گرم کیا گیا۔ نفرت کی آگیں بھڑکائی گئیں۔ قتل کے فتوے دیئے گئے۔ حکّام کو اکسایا گیا۔ مصائب کے زلزلے آئے۔ حوادث کی آندھیاں چلیں۔ ہر قسم کی ایذا رسانی کی کوششیں کی گئیں۔ غرض دشمنی کے جوش میں جسقدر تدبیریں سوچی جا سکتی تھیں سوچی گئیں اور اس سلسلہ کے نابود کرنے

کیلئے ناخنوں تک زور لگایا گیا۔ انہوں نے چاہا کہ وہ خدا کے کلام کو بدل ڈالیں۔ یہ سب مخالفتیں اور روکیں ایک طرف تھیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام ایک طرف تھا مگر کون ہے جو خدا کے کلام کو تبدیل کر سکے۔

باوجود مخالفوں کی اسی خواہش اور انتہائی کوشش کے کہ یہ تخم جو خدا کے ہاتھ سے بویا گیا ہے اندر ہی اندر نابود ہو جائے اور صفحۂ ہستی پر اسکا نام و نشان نہ رہے مگر وہ تخم بڑھا اور پھولا اور پھلا اور ایک درخت بنا اور اس کی شاخیں دور دور تک چلی گئیں اور اب وہ درخت اس قدر بڑھ گیا ہے کہ لکھو کھہا پرندے اس پر آرام کر رہے ہیں اور باوجود سب انسانی مکر و فریب اور معاندانہ کاروائیوں اور ظلم و ستم کے خدا کا یہ کلام دن بدن زیادہ زور اور شدّت کیساتھ دنیا پر غالب آتا جا رہا ہے۔ کیا سلسلہ عالیہ احمدیہ کی یہ روز افزوں ترقی ایک علاّم الغیوب، زندہ اور قادر و قیوم خدا کی ہستی کا زبردست ثبوت نہیں ۔ !؟

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :۔

"...... وہ شخص جو تن تنہا ایک تنگ صحن میں ٹہل ٹہل کر اپنے الہامات لکھ رہا تھا اور تمام دنیا میں اپنی قبولیت کی خبریں دے رہا تھا حالانکہ اُس وقت اُسے اس کے علاقے کے لوگ بھی نہیں جانتے تھے۔ باوجود سب روکوں کے اللہ تعالےٰ کی نصرت اور تائید سے اٹھا اور ایک بادل کی طرح گرجا۔ اور لوگوں کے دیکھتے دیکھتے حاسدوں اور دشمنوں کے کلیجوں کو چھلنی کرتا ہوا تمام آسمان پر چھا گیا۔ ہندوستان میں وہ برسا۔ سیلون میں وہ برسا۔ بخارا میں وہ برسا، مشرقی افریقہ میں وہ برسا۔ جزیرہ ماریشش میں وہ برسا۔ جنوبی افریقہ میں وہ برسا۔ مغربی افریقہ کے ممالک نائیجریا، گولڈ کوسٹ، سیرالیون میں وہ برسا، آسٹریلیا میں وہ برسا، انگلستان اور جرمن اور روس کے علاقوں کو اُس نے سیراب کیا اور امریکہ میں جا کر اس نے آب پاشی کی۔

آج دنیا کا کوئی برّاعظم نہیں جس میں مسیح موعودؑ کی جماعت نہیں۔ اور کوئی مذہب نہیں جس میں سے اُس نے اپنا حصہ وصول نہیں کیا۔ مسیحی۔ ہندو، بدھ، پارسی، سکھ، یہودی سب قوموں میں سے اُس کے ماننے والے موجود ہیں اور یورپین، امریکن افریقن اور ایشیا کے باشندے اس پر ایمان لائے ہیں۔ اگر جو کچھ اُس نے قبل از وقت بتا دیا تھا اللہ تعالیٰ کا کلام نہ تھا تو وہ کس طرح پورا ہو گیا؟"

(دعوت الامیر)

کلام الٰہی کا فیض ایک زندہ اور جاری و ساری فیض ہے جو کبھی منقطع ہونے والا نہیں اور اسلام اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور قرآنِ کریم کی پیروی کی برکت سے آج یہ فیض بڑی کثرت کے ساتھ سیّدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السّلام کے سچے غلاموں کو عطا ہوا ہے اور آج دنیا بھر میں کثرت سے ایسے احمدی موجود ہیں جنہیں خدا تعالےٰ ان کے صدق و صفا اور اخلاص و وفا کی وجہ سے اپنے کلام کے شرف سے نوازتا اور بڑی کثرت سے ان کی متضرّعانہ دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ اور اپنی خدائی عظمت اور قدرت اور برہنہ کرشمہ کیساتھ ان پر تجلّی فرماتا ہے اور اپنے تازہ بتازہ تائیدی نشانات کے ساتھ اپنی

بقیہ صفحہ ۳۴

میں خوش کہ یہ کانٹے مری منزل کے امیں ہیں

مضموں ترے قرآن کے مضمون نہیں ہیں
مانا تری تقریر کے الفاظ حسیں ہیں

لفظوں کی اُلٹ پھیر کو ہی علم جو سمجھے
کیا جانے وہ کیا چیز مقاماتِ یقیں ہیں

تُو خوش ہے مری راہ میں کانٹوں کو بچھا کر
میں خوش کہ یہ کانٹے مری منزل کے امیں ہیں

آنکھیں ہی نہ بینا ہوں تو ہے کون خطاوار
خورشیدِ جہانتاب کی کرنیں تو نہیں ہیں

سجدہ ہے جو سجدہ تو فقط دل کی تڑپ سے
اور اس کے سوا جو بھی ہیں وہ ننگِ جبیں ہیں

ناہیدؔ اٹھائیں گے کوئی اور ہی طوفاں
وہ نالے کہ دریوزہ گرِ عرش بریں ہیں

عبدالمنان ناہیدؔ

صدر مجلس خدام الاحمدیہ کا تقرر

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے مکرم محمد منور عابد کی منظوری بحیثیت صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو خدمت کا یہ اعزاز مبارک کرے اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ تمام خدام سے اپنے نئے صدر کے ساتھ بھرپور تعاون کی درخواست ہے۔

امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مقالہ خصوصی
م-ا-د

معاشرہ کی ناگفتہ بہ حالت پر دردمند دلوں کی پکار

مفاد پرست سیاستدانوں اور زمانۂ جدید کے تقاضوں سے یکسر نابلد مولویوں کی ملی بھگت سے پاکستان کی نئی مملکت کو "اسلامی جمہوریہ" کا نام دے کر ہر کسی نے یہ فرض کر لیا کہ اس کے نتیجہ میں باشندگانِ ملک کی زندگیوں میں خود بخود انقلاب آنا شروع ہو جائے گا اور وہ اس نام کی لاج رکھنے کی خاطر تقویٰ و طہارت پر مبنی حسین اسلامی معاشرہ قائم کر دکھائیں گے۔ ایک دنیا جانتی ہے کہ ایسا نہیں ہوا نہ محض چاہنے سے کبھی ایسا ہو سکتا تھا۔

اس بارہ میں زیادہ سے زیادہ کچھ کیا گیا تو یہ کہ حکومت کی طرف سے بعض اسلامی تعزیرات کے نفاذ کا اعلان کر کے اور احمدیوں کو ان کے کلمہ گو ہونے کے باوجود دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر مولویوں کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ حالانکہ ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی جمہوریہ بنانے کے لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ علماء کہلوانے والے تفرقہ بازی کو ہوا دینے اور خود اقتدار کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اسلامی خطوط پر عوام کی تربیت کا بیڑا اٹھاتے یعنی وعظ و نصیحت، اصلاح و ارشاد اور خود اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ لوگوں کی زندگیوں کو اسلامی اخلاق و اقدار کے سانچوں میں ڈھالنے کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے۔ اپنے اور دوسروں کے تزکیۂ نفوس کے اِس جہادِ اکبر سے انہوں نے کوئی سروکار نہ رکھا۔ وہ تو ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا کمانے اور کسی نہ کسی طرح اقتدار میں شریک ہو کر حصّہ بٹورنے میں ہی مگن رہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ پہلے ہی بگڑے ہوئے معاشرے میں فساد و بگاڑ اور زیادہ بڑھتا اور پھیلتا چلا گیا۔ اب نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ پاکستانی معاشرہ اخلاقی دیوالیہ پن، بے راہ روی اور روحانی ابتری کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے۔ اس صورتِ حال میں انگلیوں پر گنے جانے والے اہلِ دانش فکرمند ہیں کہ نہ جانے قعرِ مذلّت میں اترے ہوئے اس فساد زدہ معاشرے کا انجام کیا ہو گا۔ بعض سمجھدار عوام کی طرف سے بھی اس بارہ میں کچھ کم پریشانی اور گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا جا رہا۔ ان کی طرف سے بھی آجکل اخباروں میں خطوط وغیرہ بڑی کثرت سے شائع ہو رہے ہیں۔ ہم نمونۂ از خروارے کے طور پر روزنامہ جنگ لندن میں شائع ہونے والے ایک خط کا متن ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ صاحبِ مکتوب اپنے دلی دکھ اور درد کا اظہار کرتے ہوئے "بربریت کی انتہا" کے زیرِ عنوان رقمطراز ہیں:-

"اوکاڑہ میں مزدور عورت کو (اس کے) دو بچّوں کے سامنے بے آبرو کر دیا گیا اور سکول سے گھر آتے ہوئے ایک طالبہ کی عزّت لوٹ لی گئی۔ آبروریزی کے بعد ملزمان فرار ہو گئے۔ ان گھناؤنے جرائم کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ پاکستان جو "اسلام کا قلعہ اور گہوارہ" ہے وہاں آج بھی انسان کھلے آسمان تلے درندگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لاتعداد لوگوں کو بے گناہ قتل کیا جاتا ہے۔ چوری، ڈکیتی، قتل و غارت، اغوا، سمگلنگ، منشیات معمول بن چکے ہیں۔ بربریت کا یہ عالم ہے کہ عورتوں کی آبروریزی ان کے لواحقین کے سامنے کی جاتی ہے۔ اگر کوئی اُنہیں روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے بھی قتل کر دیا جاتا ہے۔ مجرموں کو سزاؤں سے بچانے کے لئے ہر قسم کے جائز و ناجائز حربے استعمال ہوتے ہیں جن میں رشوت، سفارش، اقربا پروری اور مال و دولت شامل ہیں اسی وجہ سے غریب اور بے سہارا لوگوں کو عدل و انصاف مہیا نہیں ہو سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ جرائم دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں بھی ہوتے ہیں مگر یہاں قانون کی بالادستی اور حکمرانی ہے۔ مجرموں کو جرائم کے مطابق عدلیہ صحیح سزا دیتی ہے۔ خواہ مجرموں کا تعلق امیر گھرانے سے ہو یا غریب گھرانے سے، حاکم ہوں یا محکوم قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ مگر بدقسمتی سے پاکستان میں حالات اس کے برعکس ہیں۔ وہاں زناکاری، چوری، جھوٹ، دغابازی، لوٹ مار، بددیانتی، بے ایمانی، رشوت، سفارش، سمگلنگ و منشیات اور اس نوعیت کی دوسری چیزیں عروج پر ہیں"۔ (روزنامہ جنگ لندن ۱۲ نومبر ۱۹۹۲ء صہ ۵)

اس میں شک نہیں کہ ازمنہ گذشتہ میں بھی مسلمان معاشرتی برائیوں میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا کے مستوجب قرار پاتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ہلاکو کے ہاتھوں بغداد کی تباہی اور آٹھ سو سالہ دورِ حکومت کے بعد سپین میں مسلمانوں کے لرزہ خیز قتلِ عام اور وہاں سے اُن کے ذلّت آمیز اخراج کے عبرت آموز واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں۔ لیکن پہلے کبھی یہ حالت نہیں ہوئی تھی کہ مسلمان روحانی ابتری اور اخلاق باختگی کی تمام حدود پھلانگ گئے ہوں اور اسلامی اخلاق کی کوئی رمق بھی ان میں باقی نہ رہی ہو۔ لیکن وائے افسوس! فی زمانہ پاکستان آج اسی رجعتِ قہقری کا عبرتناک منظر پیش کر رہا ہے۔ چنانچہ روزنامہ جنگ

کے نامور کالم نویس جناب ارشاد احمد حقانی نے اپنے ایک انتہائی فکر انگیز کالم میں جو "ہماری اسلامائزیشن کیوں نتیجہ خیز نہیں ہو سکی" کے زیرِ عنوان شائع ہوا ہے لکھا ہے کہ پاکستانی معاشرہ میں تعلیماتِ اسلام کا ہلکے سے ہلکا پرتو بھی موجود نہیں اور یہ کہ ہماری حیات اجتماعی کا ہر گوشہ غضبِ الٰہی کو دعوت دینے والے اعمال و افعال میں لت پت اور گردن گردن پھنسا ہوا ہے۔ ہم دل پر پتھر رکھ کر ان کے اس طویل کالم کا ایک مختصر اقتباس ذیل میں درج کر رہے ہیں موصوف رقمطراز ہیں۔

"ہم ایک مریض معاشرہ میں رہ رہے ہیں جہاں انسانی جان کی قیمت مکھی اور مچھر سے بھی کم تر ہو چکی ہے۔ عورتوں کے خلاف پولیس اور عام شہریوں کے جرائم اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ اپنے آپ کو ایک اسلامی ملک تو کجا ادنیٰ درجہ کا مہذب ملک کہنا بھی ممکن نہیں رہا۔ یہ معاشرہ پاؤں کے ناخن سے سر کی چوٹی تک جرم، کرپشن، منافقت اقربا پروری، ظلم و تعدی، استحصال، بے حسی، بے رحمی، فرض ناشناسی اور انسان دشمنی کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔ ہم رات دن اسلام کی حقیقی تعلیمات اور تقاضوں کو پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ ہمارے اکابرین (الا ماشاء اللہ) قرآن کے الفاظ میں "اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا" کی تعریف میں آتے ہیں۔ جو معاشرے میں جتنا بااثر، طاقتور، صاحبِ اختیار ہے اتنا ہی انصاف دشمن اور قانون شکن ہے۔ پاکستانی معاشرے میں (اجتماعی دائرے میں) تعلیمات اسلام کا ہلکے سے ہلکا پرتو بھی موجود نہیں۔ ہماری حیاتِ اجتماعی کا ہر گوشہ غضب الٰہی کو دعوت دینے والے اعمال و افعال میں لت پت اور گردن گردن پھنسا ہوا ہے۔"

(روزنامہ جنگ لندن ۱۱ نومبر ۱۹۹۲ء صـ۵)

خون کے آنسو رُلانے والی اس صورت حال سے متاثر ہو کر روزنامہ جنگ کے ایک قاری جناب تلاوت بخاری لیٹن لندن نے اپنے ایک مطبوعہ مکتوب میں یہاں تک لکھا ہے کہ :-

"پاکستان تو عرب دورِ جہالت سے بھی پیچھے چلا گیا ہے۔" (روزنامہ جنگ لندن ۱۱ نومبر ۱۹۹۲ء صـ۵ کالم بعنوان "نقطۂ نظر")

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی معاشرہ اسلام سے انتہائی جذباتی وابستگی کے باوجود اخلاقی پستی اور روحانی ابتری کی اس انتہا کو کیوں پہنچا؟ خدائی غضب کو بھڑکانے والا اُس سے وہ کونسا اجتماعی جرم سرزد ہوا ہے کہ جس کی پاداش اس درجہ روحانی گراوٹ کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے۔ اس نقطۂ نگاہ سے جناب ارشاد احمد حقانی کے دل ہلا دینے والے مذکورہ بالا کالم کا ایک فقرہ خاص طور پر قابلِ غور ہے جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پاکستانی معاشرہ کے ایسے ہولناک قعرِ مذلّت میں گرنے کی وجہ کیا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے کہ "ہمارے اکابرین (الا ماشاء اللہ) قرآن کے الفاظ میں اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا کی تعریف میں آتے ہیں۔" اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا کے الفاظ سورۃ الانعام کی اُن آیات سے لئے گئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اُن قوموں کا ذکر کیا ہے جو خدا تعالیٰ کے اُن بندگانِ اخص کو جھٹلا کر انہیں اذیتیں دیتی رہی تھیں جنہیں خدا تعالیٰ ان کی اصلاح کے لئے بھیجتا تھا۔ اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا کے لفظی معانی ہیں "بستی کے بڑے بڑے مجرم" یہ الفاظ خدا تعالیٰ نے کس سیاق و سباق میں استعمال فرمائے ہیں؟ یہ واضح کرنے کے لئے ہم ذیل میں سورۃ الانعام کی متعلقہ آیات کا ترجمہ یہاں درج کرتے ہیں۔ ترجمہ یہ ہے :-

"اور کیا جو شخص مردہ ہو پھر ہم نے اُسے زندہ کر دیا ہو اور اس کے لئے ایسی روشنی مقرر کی ہو جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہو اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں پڑا ہوا ہے اور ان سے کسی وقت بھی نہیں نکلتا اسی طرح منکروں کے لئے ان کے اعمال خوبصورت کر کے دکھائے گئے ہیں۔

اور ہم نے ہر ایک بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو ایسا ہی بنا دیا ہے (یعنی وہ اپنے بُرے اعمال اچھی شکل میں دیکھتے ہیں) اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اُس بستی میں (مصلحین کے خلاف) تدبیریں کرتے ہیں اور وہ سمجھتے نہیں۔

اور جب ان کے پاس کوئی نشان آتا ہے تو کہتے ہیں کہ جب تک ہمیں ویسا ہی نشان نہ دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ (سب سے) زیادہ جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے۔ جن لوگوں نے گناہ کیا ہے انہیں بوجہ اس کے کہ وہ (مخالفانہ) تدبیریں کرتے ہیں اللہ کی طرف سے ضرور ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا۔" (بحوالہ سورۃ الانعام آیات ۱۲۳ تا ۱۲۵)

آیات کریمہ کے اس ترجمہ سے ظاہر ہے کہ "اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا" کا وہ بڑا جرم ایسا ہوتا تھا جس کا ارتکاب وہ اسے بہت ہی اچھا اور نیک کام سمجھ کر کر رہے ہوتے تھے۔ اگر ہمارے ہم وطن یعنی اہلِ پاکستان غور کریں تو ان کے لئے اس نتیجہ پر پہنچنا چنداں مشکل نہیں ہونا چاہیئے کہ ان سے بھی اجتماعی طور پر ایک ایسا ہی جُرم سرزد ہوا ہے جسے انہوں نے اپنی دانست میں نیک کام سمجھ کر کیا ہے حالانکہ آیات محولہ بالا کی رو سے وہ خدا کے غضب کو بھڑکانے والا ہے۔ وہ جرم ایک ہی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے ایک ایسے بندۂ اخص کو جسے اُس نے انہی میں سے ان کی اصلاح کے لئے بھیجا نہ صرف یہ کہ جھٹلایا ہے بلکہ اُس کے اور اس کی پیروی کرنے والوں کے خلاف منصوبے بناتے چلے آ رہے ہیں اور اس سے کسی طور باز آنے کے لئے تیار نہیں ہیں بلکہ اُس کی مخالفت میں آگے سے آگے قدم بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا ہے کہ وہ ہمارے پاکستانی بھائیوں کو سمجھ عطا کرے اور انہیں ایسے اعمال اور حرکتوں سے ہاتھ کھینچ لینے کی توفیق عطا فرمائے جو اُس کے غضب کو بھڑکانے والے ہوں اور ان کی بجائے اُنہیں ظلم و تعدی سے بری وہ راہ عمل اختیار کرنے کی توفیق بخشے جس پر چلنے سے وہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ حصارِ عافیت میں داخل ہو سکیں اور اس طرح اُس کی امان میں آ سکیں۔ اے ہمارے رحمٰن و رحیم اور ارحم الراحمین خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین۔

آخری قسط

تربیت اولاد سے متعلق

والدین کی ذمّہ داریاں

محترم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم، سابق مشنری انچارج جرمنی

ارشادِ ربّانی لقد خلقنا الانسان فی کبد کے مطابق خواہش اور مقصد کے حصول کے لیے محنت اور مشقّت کی ضرورت ہے اور" اخلاق اور اعمال کی درستی کے لیے" بھی حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے الفاظ میں :۔

"صرف ارادہ ہی کر لینا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ مشق اور محنت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ محنت اور مشقّت کے بغیر محض ارادہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ لیکن جہاں ارادہ کے ساتھ مشق کا ہونا ضروری ہے اور بغیر محنت مشقّت کے محض ارادہ بے فائدہ ہے وہاں پر یہ بات بھی ہے کہ وہ محنت اور مشق بھی خاص حالات اور خاص واقعات سے تعلق رکھتی ہے اور بہترین حالات اور واقعات میں سے جو اخلاق و واقعات کی درستی کے لیے مناسب اور موزوں ہیں ان میں سے سب سے بڑھ کر بچپن کا زمانہ ہے۔ بچپن کے زمانہ میں جس آسانی کے ساتھ ایک بچہ کسی کسب کو سیکھ سکتا ہے اور اس کے لیے محنت اور مشقّت کی تکلیف برداشت کر سکتا ہے، بڑی عمر میں برداشت نہیں کر سکتا۔ بچے کے احساسات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ محنت اور مشقت کو بہت کم محسوس کرتا ہے۔ وہ اس خالی پیالے کی طرح ہوتا ہے جس میں ہر ایک چیز ڈالی جاسکتی ہے۔ بچّہ ہر ایک کام سیکھنے کے لیے تیار ہوتا ہے ... اگر بچپن میں جھُوٹ یا چوری وغیرہ کی بدعادات پڑ جائیں تو بڑے ہو کر ان کو کتنے ہی وعظ و نصیحت کیے جائیں، کتنا ہی سمجھایا جائے اور کتنی ہی ملامت کی جائے لیکن وہ اُن افعال کو بُرا سمجھتے ہوئے بھی اُن میں مُبتلا ہو جاتے ہیں ... بچپن کی عادات انسان کے ساتھ جاتی اور باقی رہتی ہیں الا ماشاء اللّٰہ اس لیے بچپن میں بچوں کو اخلاقِ فاضلہ کی مشق کرانی چاہیئے اس سے آئندہ نسلوں کے اخلاق کی حفاظت ہو جائے گی۔ یہ بچپن میں تربیت نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ کئی ایسے آدمی ہیں جو بہت مخلص اور نیک ہیں لیکن بے ساختہ ان کے منہ سے گالیاں نکل جاتی ہیں ... یہ بچپن کی عادت کا نتیجہ ہے کہ وہ اس فعل کی مضرتوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس سے بچ نہیں سکتے ... بچپن کے زمانہ میں جہاں بچہ بہت جلد اور آسانی کے ساتھ اخلاق فاضلہ سیکھ سکتا ہے وہاں اگر اس کی نگرانی نہ کی جائے اور اس کے اخلاق خراب ہو جائیں تو ایسا خطرناک ہو جاتا ہے کہ دوسرے بچوں کے اخلاق بھی بگاڑ دیتا ہے۔ بڑے بڑے آدمی تو چونکہ عیب کو عیب سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں اس لیے اس سے بچنے کی کوشش بھی کرتے ہیں لیکن بچوں میں چونکہ نقل کرنے کی عادت ہوتی ہے اس لیے وہ جو کچھ دوسروں کو کرتا دیکھتے ہیں وہی کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایک لڑکے کو اگر جھوٹ بولنے کی عادت ہو گی یا گالیاں دینے کی یا چوری کرنے کی تو جتنے لڑکوں کا اس سے تعلق ہو گا وہ سارے کے سارے ان حرکات میں اس کی نقل کریں گے۔ ... تو بچپن کا زمانہ نہ صرف یہ کہ اخلاق فاضلہ سیکھنے کا بہت بڑا میدان ہے بلکہ دوسروں کے اخلاق بگاڑنے کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے ... غرض بچپن میں جن کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں وہ نہ صرف اپنے آپ کو تباہ کر لیتے ہیں بلکہ اوروں کی بھی تباہی کا باعث بنتے ہیں اور بچپن کی عادت کا اس قدر اثر ہوتا ہے کہ بڑے ہو کر ان کی اصلاح مشکل ہو جاتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹۳۵ء۔ ماخوذ از الازھار لذوات الخمار)

بچپن میں تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دینے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ دینی علوم کی تحصیل کے لیے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے۔ جب ڈاڑھی نکل آئی تب ضَرَبَ یَضْرِبُ کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہو گا۔ طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصّہ میں ایسا حافظہ کبھی نہیں ہوتا ... پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قویٰ کے نشوونما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دلنشیں ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ ایک طویل امر ہے۔ مختصر یہ کہ تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہیئے کہ دینی تعلیم ابتدائے سے ہی ہو اور میری ابتداء سے ہی خواہش رہی ہے اور اب بھی

ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے ... اگر مسلمان پورے طور پر اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کریں گے تو میری بات سُن رکھیں کہ ایک وقت ان کے ہاتھ سے بچے بھی جاتے رہیں گے ...۔"

(ملفوظات جلد اول صد ۷۱، ۷۰)

"بچوں کو تنبیہ کر دینا بھی ضروری ہے۔ اگر اس وقت ان کو شرارتوں سے منع نہ کیا جاوے تو بڑے ہو کر انجام اچھا نہیں ہوتا۔ بچپن میں اگر لڑکے کو کچھ تادیب کی جاوے تو وہ اس کو خوب یاد رہتی ہے کیونکہ اس وقت حافظہ قوی ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صد ۴۱۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کردہ جوامع الکلم میں سے ایک جامع کلمہ خیر الامور اوسطھا ہے۔ یعنی درمیانی راستہ اور میانہ روی سب امور میں بہتر طریق ہے اور بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں بھی اسی طریق کو اختیار کرنا بہتر رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"بچوں کے اخلاق کی درستی میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے نہ تو اتنی تنگی کرنی چاہیئے کہ وہ کسی سے مل ہی نہ سکیں اور نہ اتنی آزادی دینی چاہیئے کہ وہ جو چاہیں کرتے پھریں اور ان کی کوئی نگہداشت نہ کی جائے ...

سب سے پہلی اور نہایت ضروری بات یہ ہے کہ ماں باپ بچوں سے ناجائز محبت نہ کریں۔ اگر کوئی ان کے بچے کے متعلق شکایت کرے تو اس کی اصلاح کی تجویز کریں۔ اگر بچہ جھوٹ بولتا ہے یا چوری کرتا ہے یا کوئی اور بدی اس میں ہے تو اسے سرزنش کریں لیکن ایسی سختی بھی نہ ہو کہ بچہ ان سے چھپ کر بدی کرنے لگے ... جہاں اپنے بچوں کی اصلاح کی فکر اور نگہداشت ضروری ہے وہاں دوسرے بچوں کے اخلاق و عادات کی نگہداشت بھی ضروری ہے۔ پس آپ جب تک دوسروں کے بچوں کے اخلاق کی بھی نگرانی نہیں کریں گے اپنے بچوں کی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتے۔

عام علاجوں میں سے ایک علاج یہ بھی ہے جو خلیفہ اوّلؓ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کو بعض مفید فقرے یاد کرا دیے جائیں جن میں ان کو بتایا جائے کہ ہم یہ کریں گے یہ نہیں کریں گے۔ (اس سلسلہ میں حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کا کتابچہ "کر۔ نہ کر" بہت مفید رہے گا۔ مرتب) اس کا بھی بہت بڑا اثر ہوتا ہے

دوسری بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے دعا کی عادت ڈالی جائے کیونکہ ذکرِ الٰہی کیے بغیر سونا جائز بھی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاناغہ آیت الکرسی اور تینوں قُل پڑھ کر اپنے بدن پر پھونکا کرتے تھے۔ جس بات کو آپؐ بلاناغہ کریں وہ سُنّت کہلاتی ہے۔ پس جس طرح نماز کی سنتیں ضروری ہیں اسی طرح یہ سنت بھی ضروری ہے۔ اگر ان کو ترک کرنے میں گناہ ہے تو پھر ان کو ترک کرنے میں بھی گناہ ہونا چاہیئے ... تو سونے سے پہلے دعا کرنا اسلام کے ایسے امور میں سے ہے جو ایک مومن کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اگر بچوں کو بھی ایک دعا یاد کرا دی جائے اور سونے سے پہلے اس دعا کا پڑھنا شروع کرایا جائے تو اس سے بہت بڑا فائدہ ہو سکتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹۳۵ء ماخوذ از الازھار لذوات الخمار)

تربیت اولاد کے سلسلہ میں قرآن کریم میں مثبت احکام کے ساتھ منفی احکام بھی دیے گئے۔ مثلاً ایک منفی حکم کا ذکر سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۲ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۚ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○

یعنی اور تم مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ انہیں بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی ہم ہی دیتے ہیں۔ انہیں قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

"جب ہم مختلف انسانوں کی حالتوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ بخل کی وجہ سے اولاد کی صحیح تربیت نہیں کرتے پوری غذا نہیں دیتے یا ایسی غذا نہیں دیتے جو نشو و نما کے لیے ضروری ہو ایسے بخیل تو بے شک فاتر العقلوں میں ہی ملتے ہیں جو زہر سے یا گلا گھونٹ کر اپنی اولاد کو اس خوف سے مارتے ہوں کہ ان پر ہماری دولت خرچ ہوگی مگر ایسے بخیل عام صحیح الدماغ لوگوں میں کثرت سے ملتے ہیں کہ پاس روپیہ ہے لیکن بچوں کو بخل کی وجہ سے اچھی غذا نہیں دیتے، لباس مناسب نہیں دیتے حتیٰ کہ بعض دفعہ وہ خوراک کی کمی کی وجہ سے بیمار ہو جاتے ہیں بعض دفعہ لباس کی کمی کی وجہ سے نمونیہ وغیرہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ دنیا میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ملتے ہیں اور ہر ملک میں ملتے ہیں۔

اسی طرح قتل سے مراد اخلاقی روحانی قتل بھی ہو سکتا ہے کہ روپیہ کے خرچ کے ڈر سے اچھی تعلیم نہیں دلاتے اور گویا بچہ کی اخلاقی یا رُوحانی موت کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو نصیحت کرتا ہے کہ اس فعل سے اجتناب کریں اور وہ اخراجات جو بچوں کی صحت اور اخلاق کی درستی کے لیے ضروری ہیں ان سے کبھی دریغ نہ کیا کریں اور قتل کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ اولاد کو قتل کرنے سے انسان فطرتاً تنفّر کرتا ہے پس اس لفظ کے استعمال سے اس کی توجہ اس طرف پھرائی ہے کہ تم کسی صورت میں بھی اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے پر تیار نہیں ہوتے لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ایک اور قسم کے قتل کے تم مرتکب ہو رہے ہو یعنی اولاد کی خوراک اور لباس کا خیال نہیں رکھتے اور ان کی صحتوں کو برباد کر دیتے ہو یا ان کی تربیت کا خیال نہیں رکھتے اور ان کے اخلاق کو برباد کر دیتے ہو۔ قتل کا لفظ استعمال کرنے کی میرے نزدیک یہ بھی وجہ ہے کہ اگر صرف یوں کہا جاتا کہ اولاد پر ضرور خرچ کیا کرو تو ان الفاظ میں ان بالواسطہ اثرات کی طرف اشارہ

نہ ہوتا جو اولاد کی زندگی پر پڑتے ہیں لیکن ان الفاظ کے استعمال نے تمام بالواسطہ تاثیرات کو بھی اپنے اندر شامل کرلیا ہے۔ مثلاً بیوی کی خوراک اور مناسب لباس کا خیال نہ رکھنا۔ یا دودھ پلانے یا ایامِ حمل میں اس پر کام کا بہت بوجھ ڈال دینا۔ یہ سب امور ہیں جن سے اولاد پر بُرا اثر پڑتا ہے اور یا تو بچے ضائع ہوجاتے ہیں یا ان کی صحتیں کمزور ہوجاتی ہیں۔ لا تقتلوا کے الفاظ میں ان سب امور کی مناہی آجاتی ہے اور یہ غرض دوسرے الفاظ سے پوری نہیں ہوسکتی تھی۔"

(تفسیر کبیر جلد چہارم صد ۳۲۷-۳۲۶)

تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں ایک ضروری بلکہ بہت ضروری مثبت حکم جو قرآن کریم نے دیا ہے وہ سورہ طٰہٰ آیت ۳۳ میں مذکور ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط (طٰہٰ ۳۳:)

یعنی اور تو اپنے اہل کو نماز کی تاکید کرتا رہ اور تو خود بھی اس نماز پر قائم رہ۔"

دراصل نماز بندہ اور خدا تعالیٰ کے درمیان ذاتی تعلق اور ذاتی رابطہ پیدا کرنے کی بنیادی کڑی ہے اور جس کے بغیر کوئی شخص سچا مسلمان کہلانے کا حق نہیں رکھتا اور اس تعلق کو قائم کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن کے زمانہ سے ہی اولاد کو اس پر قائم کرنے کا تاکیدی ارشاد فرمایا ہے:۔

مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع سنین
واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین

یعنی جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو اسے نماز کی تلقین کرو۔ اور جب بچہ دس سال کا ہوجائے اور نماز میں سستی کرے تو اسے مناسب سرزنش کرو۔

قرآن کریم جب کوئی حکم دیتا ہے تو اس کی حکمت بھی بتاتا ہے۔ اس کے فوائد بھی بتاتا ہے۔ چنانچہ سورہ عنکبوت میں جہاں اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا وہاں اس کے فوائد بھی ساتھ بتا دیے۔ فرماتا ہے:۔

اُتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ ط
إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللّٰهِ
أَكْبَرُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○ (العنکبوت: ۴۶)

اس کتاب یعنی قرآن میں سے جو کچھ تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اسے پڑھ اور لوگوں کو پڑھ کر سنا۔ اور نماز کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کر۔ یقیناً نماز سب بری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد یقیناً اور سب کاموں سے بڑی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے"

اس آیت کی تفصیلی تفسیر کے دوران حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"نماز روحانی جسم کی اصلاح کا ایک ذریعہ ہے ... پس نماز باجماعت کی عادت ڈالو اور اپنے بچوں کو بھی اس کا پابند بناؤ کیونکہ بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لیے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہی ہے ...

"میں نے اپنے تجربہ میں نماز باجماعت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نیکی کے لیے ایسی مؤثر نہیں دیکھی۔ سب سے بڑھ کر نیکی کا اثر کرنے والی نماز باجماعت ہی ہے۔ اگر میں ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر کی پوری پوری تشریح نہ کرسکوں تو میں اپنا قصور سمجھوں گا ورنہ میرے نزدیک نماز باجماعت کا پابند خواہ اپنی بدیوں میں ترقی کرتے کرتے ابلیس سے بھی آگے نکل جائے پھر بھی میرے نزدیک اس کی اصلاح کا موقعہ ہاتھ سے نہیں گیا۔ ایک شمہ بھر اور ایک رائی کے برابر بھی میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی شخص نماز باجماعت کا پابند ہو اور پھر اس کی اصلاح کا کوئی موقعہ نہ رہے۔ خواہ وہ کتنا ہی بدیوں میں مبتلا کیوں نہ ہوگیا ہو۔ نیکی کے متعلق نماز کے مؤثر ہونے کا مجھے اتنا کامل یقین ہے کہ میں خدا کی قسم کھاکر بھی کہہ سکتا ہوں کہ نماز باجماعت کا پابند خواہ کتنا ہی بداعمال کیوں نہ ہوگیا ہو اس کی ضرور اصلاح ہوسکتی ہے اور وہ ضائع نہیں ہوتا اور میں شرح صدر سے کہہ سکتا ہوں کہ آخری وقت تک اس کے لیے اصلاح کا موقعہ ہے مگر وہ نماز باجماعت کا پابند اس رنگ میں ہو کہ اس کو اس میں لذت اور سرور حاصل ہو..."

"بڑا آدمی اگر خود نماز باجماعت نہیں پڑھتا تو وہ منافق ہے مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں۔ اگر ماں باپ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں تو کبھی ان پر ایسا وقت نہیں آسکتا کہ یہ کہا جاسکے کہ ان کی اصلاح ناممکن ہے اور وہ قابلِ علاج نہیں رہے۔"

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صد ۶۵۳ — ۶۵۱)

عِلم النفس کی رُو سے ہر انسان میں دو مختلف طاقتیں پائی جاتی ہیں ایک قوت مؤثرہ یعنی دوسروں پر اثر ڈالنے کی اور دوسری قوت متاثرہ یعنی اثر قبول کرنے کی۔ بچوں میں قوت مؤثرہ نسبتاً کم ہوتی ہے۔ ان میں اثر قبول کرنے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں باپ کے خیالات، تفکرات، رجحانات اور ان کی جسمانی اور اخلاقی حالتوں کا اثر اولاد پر پڑتا ہی چنانچہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ قرآنی آیت هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (سورہ اعراف آیت ۱۹۰) میں مذکورہ نفس واحدۃ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پس حق یہ ہے کہ نفس واحدۃ سے اس جگہ پہلا بشر مراد نہیں اور نہ آدمؑ بلکہ اس سے صرف یہ مراد ہے کہ ایک ایک انسان سے بڑی بڑی اقوام پیدا ہوجاتی ہیں اور اولاد اپنے ماں باپ کے اثر کو قبول کرکے وہ کافر ہوں تو کافر، مشرک ہوں تو مشرک اور مؤحد ہوں تو مؤحد ہوجاتی ہے۔ پس شادی کرتے ہوئے انسان کو بہت احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور اپنی اولاد کی تربیت کا خاص خیال رکھنا چاہیئے تا یہ نہ ہو کہ ماں باپ کی غلطیاں اولاد میں پیدا ہوکر ہزاروں لاکھوں انسان گند میں مبتلا ہوجائیں۔" — (تفسیر کبیر جلد اول صد ۳۰۲)

علم النفس کا یہ نکتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل بیان فرمادیا تھا، جب آپ نے فرمایا:

کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یھودانہ اوینصرانہ اویمجسانہ۔ یعنی ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے بعد ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ ماں باپ ہی اسے مسلمان یا ہندو بناتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے تو ماں باپ اسے گرجا میں لے جاکر عیسائی بناتے ہیں بلکہ یہ کہ بچہ ماں باپ کے اعمال کی نقل کرکے اور ان کی باتیں سن کر وہی بنتا ہے جو اس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بچے میں نقل کی عادت ہوتی ہے۔ اگر ماں باپ اسے اچھی باتیں نہ سکھائیں گے تو وہ دوسروں کے افعال کی نقل کرے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بچوں کو آزاد چھوڑ دینا چاہیئے خود بڑے ہو کر احمدی ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بچہ کے کان میں کسی اور کی آواز نہیں پڑتی تب تو ہو سکتا ہے کہ جب وہ بڑا ہو کر احمدیت کے متعلق سنے تو احمدی ہو جائے لیکن جب اور آوازیں اس کے کان میں اب بھی پڑ رہی ہیں اور بچہ ساتھ کے ساتھ سیکھ رہا ہے تو وہ وہی بنے گا جو دیکھے گا اور سنے گا۔ اگر فرشتے اسے اچھی بات نہیں سنائیں گے تو شیطان اس کا ساتھی بن جائے گا۔ اگر نیک باتیں اس کے کان میں نہ پڑیں تو بد پڑیں گی اور وہ بد ہو جائے گا۔ پس اگر آپ لوگ گناہ کا سلسلہ روکنا چاہتے ہیں تو جس طرح سیگریگیشن کیمپ (SEGREGATION CAMP) ہوتا ہے اس طرح بناؤ اور آئندہ اولاد سے گناہ کی بیماری کو دُور کر دو تاکہ آئندہ نسلیں محفوظ رہیں۔"

(منہاج الطالبین تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ایام الصلح صفحہ ۱۰۵، رُوحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۴۲ میں فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لیے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لیے قوت بخشتی ہے اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لیے حرکت دیتی ہے۔"

اور تقویٰ کے حصول کا ایک ذریعہ قرآن کریم میں صحبتِ صادقین قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

یعنی اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کی معیت اختیار کرو۔ (سورۃ التوبۃ آیت ۱۱۹)

چنانچہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:-

"ماں باپ کتنی بھی کوشش کریں کہ ان کا بچہ بداخلاقیوں کے بداثر سے محفوظ رہے جب تک بچے کی صحبت اور مجلس نیک نہ ہوگی اس وقت تک ماں باپ کی کوشش بچوں کے اخلاق درست کرنے میں کارگر اور مفید ثابت نہیں ہوسکتی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹۳۵ء ماخوذ از الازھار لذوات الخمار)

اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام عمومی رنگ میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کر جاتی ہے۔ اسی لیے احادیث اور قرآن شریف میں صحبتِ بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فوراً اٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہوگا۔ صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے اس لیے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کونوا مع الصادقین کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۴۹)

اور بچوں کو غیر مسلم یعنی دوسرے مذاہب کے افراد کی صحبت سے بچانے کیلئے حضرت اقدسؑ نے اس طرح متنبہ فرمایا:-

"اگر تم اپنے بچوں کو عیسائیوں، آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے اور بہت بڑا ظلم کرتے ہو۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۷)

قرآن کریم نے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ (سورۃ النساء آیت ۳۵) فرما کر مردوں کو نگران مقرر کرکے اس بات کا ذمہ دار قرار دیا ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کے اخلاق وعادات کی نگرانی رکھیں اور ان کی اچھی تربیت کا انتظام کریں اور انہیں ایسی باتوں سے بچائیں جو ان کے دین اور اخلاق کو تباہ کرنے والی ہیں جیسا کہ اس واضح ارشاد سے ظاہر ہے:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا

یعنی اے مومنو تمہارا فرض ہے کہ نہ صرف خود نیک بنو بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی بے دینی اور بداخلاقی کی آگ سے بچاؤ

(سورۃ التحریم آیت ۷)

والدین جب تک خود نیک نہ ہوں اور اولاد کے لیے نیکی کا نمونہ پیش نہ کریں اولاد صالح اور نیکوکار نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خدا ترس اور خادمِ دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ میں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش

سب سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ بناوے، تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں......

پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں، نہ کبھی ان کے لیے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لیے دعا نہیں کرتا۔

بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہہ نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں......

جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ یعنی خدا تو ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما وے اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا واجعلنا للمتقین اماما اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم۔ صفحہ ۳۷۲-۳۷۰)

"جب تقویٰ نہ ہو تو ایسی حالت میں اولاد بھی پلید پیدا ہوتی ہے اولاد کا طیب ہونا تو طیبات کا سلسلہ چاہتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر اولاد خراب ہوتی ہے۔ اس لیے چاہیے کہ سب توبہ کریں اور عورتوں کو اپنا اچھا نمونہ دکھلاویں۔"

(ملفوظات جلد پنجم۔ صفحہ ۲۱۸-۲۱۷)

پس وہ کام کرو جو اولاد کیلئے بہترین نمونہ اور سبق ہو، اور اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے اول خود اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا۔ قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیہما السلام کا قصہ درج ہے کہ ان دونوں نے مل کر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی۔ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکان ابوھما صالحا ان کا والد صالح تھا۔ یہ ذکر نہیں کہ وہ آپ کیسے تھے۔ پس اس مقصد کو حاصل کرو اولاد کیلئے ہمیشہ اس کی نیکی کی خواہش کرو۔ اگر وہ دین اور دیانت سے باہر چلے جاویں تو پھر کیا رہا۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۱۰-۱۰۹)

اولاد کے سامنے والدین کا اپنا نمونہ کتنا ضروری ہے اس کے متعلق حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:-

"سب سے پہلی بات جو بچے کی تربیت کے واسطے ماں باپ کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بچے کے ذہن میں کسی بدی کی نسبت یہ خیال پیدا نہ ہونے دیں کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں تا وہ اس بدی کو حقیر نہ سمجھنے لگ جائے۔ بہت سے ماں باپ ہیں جو دل سے چاہتے ہیں کہ بدی کا اثر ان کے بچوں پر نہ ہو لیکن وہ اپنا نمونہ ایسا ان کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ بچوں کی نگاہ میں وہ بدی حقیر ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے بدی کا خیال ان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً عام طور پر ماں باپ یہ چاہتے ہیں کہ بچہ جھوٹ نہ بولے لیکن خود اس کے سامنے جھوٹ بول لیتے ہیں...."

(خطبہ جمعہ ۱۹۳۵ء ماخوذ از الازھار لذوات الخمار)

چونکہ بچے زیادہ وقت ماں کے ساتھ گزارتے ہیں اس لیے ماں کا نمونہ بچوں کے لیے نیکی اور تقویٰ اور دین کی محبت کا ہو تو اولاد میں یہ خوبیاں آجاتی ہیں اور اگر ماں کا اپنا نمونہ ٹھیک نہ ہو تو اولاد پر ماں کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا

اس مضمون کو حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو اقتباسات درج کر کے ختم کرتا ہوں جن میں حضور انور نے تربیتِ اولاد کی اہمیت کو واشگاف الفاظ میں واضح فرما کر جماعت کو اس نہایت ضروری امر کی طرف توجہ دلائی ہے:-

۱۔ "قوموں کی تباہی کا باعث ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ ترقی کے لیے تو کوشش کرتی ہیں مگر اس کو قائم رکھنے کیلئے کوشش نہیں کرتیں۔ اپنے تقویٰ کا خیال رکھتی ہیں مگر اولاد کے اخلاق کی طرف پوری توجہ نہیں کرتیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا نیکی کا معیار گرنے لگتا ہے۔ حتّٰی کہ آخر میں لفظ رہ جاتے ہیں، اور حقیقت مفقود ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ تغیر کئی نسلوں میں ہوتا ہے اس کا احساس بھی پیدا نہیں ہوتا اور آخر قوم تباہی کے گڑھے میں گر جاتی ہے۔ پس اس نکتہ میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اب ہم دیکھیں گے کہ تم اپنی خلافت کو کتنی دیر تک قائم رکھتے ہو۔"

"اگر مسلمان اس بے مثل نکتہ کا خیال رکھتے تو آج اُن کا یہ حال نہ ہوتا۔ انہوں نے ایک وقت اپنی اولادوں کی تربیت کے فرائض سے کوتاہی کی اور ان کی ناجائز محبت ان پر غالب آگئی یا انہوں نے شادیوں میں احتیاط سے کام نہ لیا اور ایسی عورتوں کو اپنے گھروں میں لائے جو اسلامی تربیت کی قابلیت

نہیں رکھتی تھیں سو وہ عظیم الشّان عمارت جو صحابہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں تیار ہوئی تھی اپنی بنیادوں پر گر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اگر آگے ہی کو وہ قوم جسے خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کے لیے چُنا ہے اس امر کا خیال رکھے تو انشاء اللہ دنیا میں ایک زبردست تغیّر پیدا ہوسکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس فرض کی طرف اِن الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ تم میں سے ہر ایک شخص علاوہ اپنی ذات کی ذمہ داری کے بعض دوسرے وجودوں کا بھی ذمہ دار ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے صرف یہی نہیں پوچھے گا کہ تم نے کیا عمل کیے بلکہ یہ بھی پوچھے گا کہ جن کی ذمّہ داری تمہارے سر پر تھی انہیں تم نے کس قابل بنایا۔ پس خالی اپنے نفس کی طہارت انسان کے کام نہیں آسکتی"۔

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۴۲۔ زیرِ آیت ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ۔ سورہ یونس ۱۵)

۲۔۔۔ "ذمہ داری ہماری یہ ہے کہ ہم ایسا انتظام کر جائیں کہ آئندہ رُوحانی امراض نہ پھیلیں۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ اس طرح کہ ہم اپنی اولاد کو ان بیماریوں سے محفوظ کر جائیں۔ وہ آگے اپنی اولاد کو اور وہ اپنی اولاد کو۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا جائے غرض ہمیں چاہیے کہ پہلے ہم اپنی بیماریوں کو دور کریں پھر اپنے ہمسایوں کی بیماریاں دور کریں۔ پھر سارے ملک کی بیماریوں کو دور کریں اور پھر ساری دنیا کی بیماریوں کو۔ اور اسی پر بس نہ کریں۔ حفظِ ماتقدّم کا بھی انتظام کر جائیں اور یہ ہم اسی طرح کر سکتے ہیں کہ اپنی اولاد کو محفوظ کر جائیں اور وہ اس طرح کہ ان کی تعلیم و تربیت کا پورا پورا انتظام کریں تاکہ ان میں امراض نہ پیدا ہوں اور اس طرح شیطان کو ہمیشہ کے لیے مار دیں یہی مسیح موعود کا مشن تھا کہ وہ شیطان کو مار دے گا اور جب تک ہم یہ نہ کریں ہمارے چندے، ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے حج، ہماری زکوٰتیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں اور اگر ہم نے اس مشن کو پورا کر لیا تو سمجھو کہ ہماری زندگی کا مقصد پورا ہوگیا"۔

(نجات، تقریر جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۲ء۔ صفحہ ۱۸-۱۷)

نہایت ضروری اعلان

مکرم بابو عبد الطیف صاحب کی صاحبزادی حال ہی میں جن کی جرمنی میں شادی ہوئی ہے اگر یہ اعلان پڑھیں تو فوراً خاکسار سے نیچے دیئے گئے فون پر رابطہ فرمائیں۔ حضور انور کی طرف سے اُن کے لئے تحفہ موصول ہوا ہے

عبد الرشید بھٹی ۔۔۔۔ جنرل سیکرٹری TEL: 06106 . 73054

درویشان قادیان کی خدمت میں

نذرانۂ عقیدت

خدا کا فضل ہو تم پر ہمارے مہرباں تم ہو
ہمیں محبوب ہو پیارو، ہماری جانِ جاں تم ہو

تُمہارے دَم سے ہے وابستہ رونق اِس گلستاں کی
مسیحائے محمدؐ کے مکاں کے پاسباں تم ہو

ہُوا کیا گر نہیں تم کو میّسر دولتِ دُنیا
مکاں والوں سے بہتر ہو بظاہر بے مکاں تم ہو

تُمہارے کام نے اِنسانیت کی لاج رکھ لی ہے
خُلوص و طاعت و مہر و وفا کا اِک نشاں تم ہو

مُبارک ہو تمہیں یہ حالتِ درویشئ احمدؑ
غلامانِ مسیحِ پاکؑ ہو، فخرِ شہاں تم ہو

محبّت ہے ہمیں اس قادیاں کی ہر عمارت سے
محبّت ہے ہمیں تُم سے کہ اہلِ قادیاں تم ہو

مسیحِ پاکؑ کے فرزند تُم پر فخر کرتے ہیں
نہیں تھکتی ہے جن کے ذکر سے اُنکی زباں تم ہو

دُعائے شمس ہے ہر دم رہو تُم فی امان اللہ
رہو دار الاماں میں اور اس کے پاسباں تم ہو

ڈاکٹر محمد جلال شمس۔ ہمبرگ

ایک دلچسپ ریڈیو مکالمہ

از: رشید احمد چوہدری ۔ پریس سیکرٹری جماعت احمدیہ

لندن کے علاقہ ساؤتھ آل میں ایشیائی باشندوں کا ایک ریڈیو سٹیشن قائم ہے جسے سن رائز ریڈیو کہتے ہیں اس کے بعض افراد نے کچھ عرصہ سے جماعت احمدیہ کو ہدف تنقید بنا کر مختلف قسم کی خبریں جماعت کے بارے میں دیں جس پر ہم نے سخت احتجاج کیا مگر ریڈیو سٹیشن کے ارباب اختیار نے ہمارے احتجاج پر کوئی توجہ نہ دی۔ جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر جب حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہندوستان تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک شرانگیز اخبر نشر کی جسکی طرف بار بار توجہ دلانے پر بھی انہوں نے صحیح طور پر تردید نہ کی ۔ مؤرخہ ۱۱ اپریل ۹۲ء کو رات بارہ بجے تا دو بجے صبح اس ریڈیو نے ٹیلیفون کے ذریعہ بات چیت کے پروگرام میں غالباً ایک مفروضہ کہانی بنا کر لوگوں سے پوچھا گیا کہ کیا ایک سُنّی لڑکی احمدی لڑکے سے شادی کر سکتی ہے یا نہیں ۔ جس کے جواب میں لوگوں نے جماعت احمدیہ کے بارہ میں مختلف آراء دیں ۔ جماعت احمدیہ کے افراد کو بھی اس بحث میں حصہ لینے کا موقع ملا ۔ پروگرام کا خلاصہ درج ذیل ہے ۔

بریڈ فورڈ سے ایک احمدی کی رائے:۔ انہوں نے ٹیلیفون کے ذریعہ رابطہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ پہلے سُنّی مسلمان تھے اب خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی مسلمان ہیں ۔ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں ہے احمدی احباب بہت اچھے ہیں اور اسلام کی تعلیم پر پورا عمل کرتے ہیں ۔ نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ وغیرہ تمام ارکان دین کی پابندی کرتے ہیں ۔

ایک سیّد صاحب کا مؤقف:۔ اس کے بعد ایک سیّد صاحب نے ٹیلیفون کیا اور بڑے غصّے سے بولے کہ یہ صاحب جو ابھی بول رہے تھے اِن کی باتوں سے میرا خون کھول اٹھا ہے احمدی ہرگز مسلمان نہیں یہ دین سے پھرے ہوئے لوگ ہیں ۔ مرتد ہیں ۔ یہ بڑی خوبصورتی سے مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اِنکی حیثیت آستین میں سانپ جیسی ہے کلمہ غلط پڑھتے ہیں ۔ "محمد کی جگہ" 'مرزا غلام احمد' مراد لیتے ہیں ۔ ان کے روزے ، نمازیں وغیرہ ہرگز قبول نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو آخری نبی نہیں سمجھتے جو شخص حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی نہ سمجھے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا ان محترمہ کو چاہیئے کہ وہ اپنے آشنا کو پہلے مسلمان ہونے پر مجبور کریں پھر شادی کریں اگر وہ احمدیت چھوڑنے پر تیار نہ ہوں تو ہرگز شادی نہ کریں

اسماعیلی فرقہ کے ایک شخص کا مؤقف:۔ اپنے تجربہ کی بِنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اگر دونوں میں محبّت ہے تو کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہونی چاہیئے ۔ انہوں نے کہا کہ آج کل مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں شادیاں کرتے ہیں اور کئی ایک شادیاں کامیاب ہوتی ہیں ۔ والدین کو مذہب یا عقیدہ کا بہانہ بنا کر روکاوٹ نہیں ڈالنا چاہیئے ۔ انہوں نے سیّد صاحب کے مؤقف کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ اس قسم کے لوگ انتہائی تنگ نظر ہیں ہر ایک کو کافر قرار دینا ان کا شیوہ ہے دنیا میں ۲ ملین اسماعیلی ہیں یہ تو ہمیں بھی مسلمان نہیں سمجھتے حالانکہ ہم خود کو شیعہ فرقہ سمجھتے ہیں ۔

لندن سے ایک احمدی کی رائے:۔ ابھی ابھی ایک سیّد صاحب نے فرمایا تھا کہ احمدیوں کا روزہ نمازیں وغیرہ قبول نہیں ہو سکتیں ۔ مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں ہم اللہ تعالیٰ کیلئے نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ ہمارے روزے اور نمازیں قبول کرے یا نہ کرے ۔ سیّد صاحب کو کیسے اختیار مل گیا ۔ احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام ارکان اسلام پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں ۔ احمدی اور غیر احمدی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں مسیح موعود آچکے ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد ہی وہ مسیح موعود ہیں جن کا انتظار تھا ۔ مگر دیگر مسلمان ابھی تک انکی آمد کا انتظار کر رہے ہیں پہلے یہ لوگ کہتے تھے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئیوں کے مطابق امام مہدی چودھویں صدی میں نازل ہونگے مگر اب چودھویں صدی بھی ختم ہو چکی اور نئی صدی شروع ہو چکی ہے مَیں ان سے پوچھتا ہوں کہ امام مہدی کہاں ہیں؟ حدیث شریف میں تو مہدی کی جو نشانیاں دی گئی تھیں سب کی سب پوری ہو چکی ہیں ۔

پاکستان میں احمدیوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں ہم پر طرح طرح کی پابندیاں ہیں ۔ ہم اذان نہیں دے سکتے ۔ کلمہ نہیں پڑھ سکتے ۔ السلام علیکم نہیں کہہ سکتے مسجدوں کو مسجد کہنا جرم ہے ۔ سینکڑوں احمدی انہی "جرموں" کی وجہ سے جیل کاٹ رہے ہیں کیا یہ سب کچھ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات کے خلاف نہیں ؟ اگر مَیں خود کو مسلمان کہتا ہوں تو کسی دوسرے شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ میرے مذہب کا فیصلہ کرے ۔ ایک جنگ کے موقع پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک دشمن کو اس وقت قتل کر دیا جب وہ کلمہ پڑھ چکا تھا جب آنحضرت صلعم کو علم ہوا تو آپ ﷺ بہت خفا ہوئے اس شخص نے عرض کیا کہ اس نے خوف کے مارے کلمہ پڑھا تھا مگر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا سینہ پھاڑ کر دیکھا تھا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا ہے یا نہیں اس لئے سیّد صاحب کا یہ کہنا کہ ہم کلمہ غلط پڑھتے ہیں ہم پر بہتان ہے ہمارا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے اور ہمارے نزدیک جو بھی یہ کلمہ پڑھتا ہے مسلمان ہے ۔ اسلام دین کے معاملہ میں جبر کی اجازت نہیں دیتا ۔ آنحضرت صلعم نے کبھی بھی دباؤ ڈال کر کسی کو مسلمان نہیں کیا ۔ یہ عیسائیوں کا پراپیگنڈا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے ۔

اسلام کمال رواداری کا مذہب ہے۔ رسول کریم صلعم نے تو ایک مرتبہ عیسائیوں کے ایک وفد کو اپنی مسجد میں عبادت کا موقع دیا تھا مگر سید صاحب اور ان جیسے لوگ اسلام کو ایک تنگ نظر ظاہر کر کے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ ہم ختم نبوت پر ایمان نہیں لاتے جھوٹ ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام ارکان اسلام پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین رکھتے ہیں۔

ایک اور مسلمان کی رائے:۔ میں نے یہ ساری بحث سنی ہے یہ کہنا کہ قادیانی مسلمان ہیں یا نہیں غلط بحث ہے۔ انسان کو ہمیشہ اچھا انسان ہونا چاہئیے۔ اگر کوئی ارکان اسلام پر پورا پورا عمل کرتا ہے تو اس کو اس بات پر فخر کرنے کا حق تو ہے مگر اس کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو طعنہ دے اور کہے کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اسلئے سید صاحب کا اس پروگرام میں یوں اچھل اچھل کر دوسروں کو چیلنج کرنا ہرگز درست نہیں۔ ان کو صرف جو مسئلہ پیش تھا اس پر اپنی رائے کا حق ہے مگر کسی بھی دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔

مغل صاحب کی رائے:۔ میرے خیال میں مرزا غلام احمد امام مہدی نہیں تھے۔ یہ انگریزوں نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کیلئے شوشہ چھوڑا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ انگریزوں کو مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے بڑا خوف تھا۔ اس لئے احمدیوں کو چاہیئے کہ پہلے وہ اپنا ہوم ورک کریں اور پھر بات کریں۔

میر صاحب کی رائے:۔ پیار اور محبت صرف نفسانی خواہشات ہیں۔ انسان کو ہر چیز مذہب کے دائرہ کے اندر رہ کر کرنی چاہئیے اسلئے بچوں کو اس بات کی آزادی نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنی مرضی سے شادیاں کرتے پھریں۔

ایک سُنّی مسلمان عورت کی رائے:۔ مذہب کے نام پر ہمیشہ دنیا میں ظلم ہوتا آیا ہے۔ مَیں ایک احمدی گھرانے کے ساتھ رہ چکی ہوں اور اب بھی میرے اس گھرانے کیساتھ مراسم ہیں۔ مَیں احمدیوں کی حمایت نہیں کر رہی مگر حقیقت بیان کر رہی ہوں جو مَیں نے دیکھا ہے یہ لوگ عین اسلام کے مطابق چلتے ہیں۔ خدا کا نام لیتے ہیں اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور سب لوگوں کو اتنا پیار دیتے ہیں۔ ان لوگوں میں وہ سب اچھائیاں موجود ہیں جو ایک اچھے انسان میں ہونی چاہئیں مجھے سمجھ نہیں آتی کہ لوگ ان کو بُرا کیوں کہتے ہیں۔ سید صاحب نے کچھ اچھا نہیں کیا اگر دین کو لاٹھی بنا کر دوسروں پر چلانے لگیں تو اس سے کوئی بھی ایسے دین کی طرف راغب نہ ہوگا چاہیئے تو یہ کہ اپنے دین کی سچائی دوسروں پر ظاہر کریں۔ اگر کسی شخص میں انسانیت ہے تو اس کا مذہب سچا ہے اگر انسانیت نہیں تو مذہب کس کام کا۔

خاں صاحب کی رائے:۔ میرا تعلق پاکستان سے ہے مجھے ان محترمہ سے جو ابھی ابھی بول رہی تھیں سو فیصد اتفاق ہے احمدیوں میں انسانیت ہے مَیں آپ کے سامعین کو ایک واقعہ سناتا ہوں جو مجھے کراچی میں پیش آیا۔ یہ بھٹو کا زمانہ تھا۔ کراچی میں ان دنوں کرفیو لگا ہوا تھا۔ میں جن لوگوں کا کرایہ دار تھا وہ کٹر مولوی حضرات تھے اور نیچے رہتے تھے جبکہ مَیں بالائی منزل پر تھا یہ لوگ بڑی بڑی داڑھیاں رکھے ہوئے تھے ہر وقت ہاتھوں میں تسبیح رکھتے تھے اور لوگوں کو انسانیت کا درس دیتے تھے۔ اتفاق سے کرفیو والی رات میری بیوی نے جب بچے کا دودھ گرم کیا تو وہ خراب ہوگیا مجھے کہنے لگی کہ کوئی انتظام کرو گھر میں بچے کیلئے دودھ نہیں ہے۔ نیچے سے حاجی صاحب کے ہاں سے تھوڑا سا دودھ لے آؤ۔ حاجی صاحب نے گائیں بھینسیں پال رکھی تھیں مگر جب مَیں نے نیچے جا کر انہیں بچے کیلئے تھوڑا سا دودھ دینے کو کہا تو انہوں نے کورا جواب دیا اور دروازہ بند کرلیا۔ ہمارے مکان سے تیسری کوٹھی میں ایک احمد صاحب رہتے تھے جو قادیانی مشہور تھے۔ مجبور ہو کر مَیں گھر سے باہر نکلا اور اس امید پر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ شاید انسانیت کے ناطے سے میری مدد کریں۔ کوٹھی میں سے ان کا ڈرائیور باہر نکلا ابھی میں ان سے اپنا مدعا بیان کر ہی رہا تھا کہ احمد صاحب خود بھی آگئے اور میری بات سُن کر اندر گئے اور دودھ کا ایک پیکٹ اٹھا لائے مَیں نے کہا کہ مجھے تو صرف ایک پیالی دودھ ہی کافی ہے اس پر انہوں نے کہا کہ رات بہت لمبی ہوتی ہے پورا پیکٹ ہی لے جاؤ پھر کام آجائے گا نیز کہا تم تو ہمارے ہمسائے ہو اور ہمسایہ کا تو بہت حق ہوتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیے ان مولوی صاحبان نے تو بہت بڑی بڑی داڑھیاں رکھی ہوئی تھیں مگر انسانیت نام کی کوئی شے ان میں نہیں تھی اصل چیز تو انسانی ہمدردی ہوتی ہے۔ اس مذہب کا کیا فائدہ جو انسانیت کا درس نہ دے۔ اس لئے میرے نزدیک تو احمدیوں کو کافر کہنا بہت بڑا ظلم ہے۔

ایک ہندو کی رائے:۔ پروگرام کے آخر میں ایک ہندو ٹیلیفون پر آئے اور رائے دی کہ کسی دوسرے مذہب یا عقیدہ رکھنے والے شخص سے شادی میں کوئی مضائقہ نہیں مَیں ہندو ہوں مگر سکھ عورت سے شادی کی ہے ہم دونوں خوش ہیں ہمارے رشتہ داروں نے پہلے بہت بُرا منایا تھا مگر اب وہ بھی راضی ہو گئے ہیں سید صاحب کا یہ کہنا کہ پہلے احمدی کو سُنّی بناؤ پھر شادی کرو' زبردستی ہے۔ انسان کو وسیع النظر ہونا چاہیئے۔

بقیہ صہ ۲۴ ہستی باری تعالیٰ

ذات اعلیٰ صفات پر ان کے یقین کو محکم سے محکم تر فرماتا چلا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"..... اے پاکیزگی کے ڈھونڈنے والو! اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو۔ اور اگر تمہیں اس منزل تک ابھی رسائی نہیں تو اُس شخص کا دامن پکڑو جس نے یقین کی آنکھ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔

اور یہ کہ کیونکر یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھا جاوے اس کا جواب کوئی مجھ سے سُنے یا نہ سُنے مگر میں کہوں گا کہ اِس یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان اپنے اندر اور اپنے ساتھ رکھتا ہے......

......کوئی معرفت خدا کے کلام کے بغیر کامل نہیں ہوسکتی خدا کا کلام بندہ اور خدا میں ایک دلّالہ ہے۔ وہ اترتا ہے اور خدا کا نور اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جس پر وہ اپنے پورے کرشمہ اور پوری تجلّی اور پوری خدائی عظمت اور قدرت اور برہنہ کرشمہ کے ساتھ اترتا ہے اس کو وہ آسمان پر لے جاتا ہے۔ غرض خدا تک پہنچنے کے لئے بجز خدا تعالیٰ کے کلام کے اور کوئی سبیل نہیں"

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صہ ۴۷۵،۴۷۴)■

ناصر باغ میں جماعت احمدیہ جرمنی کے عظیم الشان اور دینی و روحانی روایات کے حامل

سترہویں سالانہ جلسہ کا کامیاب انعقاد

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے روح پرور اور ولولہ انگیز خطابات

چودہ (۱۴) ہزار سے زائد فدائین احمدیت کی شرکت ۔ ۲۰ ممالک سے ۱۱۶ نمائندگان کی آمد

پانچسو سے زائد زیرِ تبلیغ مہمانان کے ساتھ خصوصی نشست کا انعقاد ۔ مختلف قومیتوں کے ۱۶ افراد کا قبولِ حق

شعبہ رپورٹنگ جلسہ سالانہ کمیٹی :۔ نصیر احمد قریشی

جماعتِ احمدیہ جرمنی کا سترہواں جلسہ سالانہ اپنے مخصوص دینی و روحانی ماحول میں مؤرخہ ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ستمبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ناصر باغ میں منعقد ہؤا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہٗ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بطورِ خاص انگلستان سے جرمنی تشریف لا کر جلسہ میں شرکت فرمائی اور سامعین کو اپنے روح پرور اور ولولہ انگیز خطابات سے نوازا۔

جلسہ سالانہ کی غیر معمولی حاضری امسال جلسہ سالانہ میں شعبہ رجسٹریشن کے مطابق جرمنی کے طول وعرض سے چودہ ہزار چار سو چھپن احباب وخواتین نے جلسہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ مزید برآں جن ۲۰ ممالک کے ۱۱۶ احباب وخواتین خصوصی طور پر یہاں تشریف لا کر جلسہ میں شامل ہوئے۔ اِن میں انگلستان، پاکستان، امریکہ، کینیڈا، ڈنمارک، ناروے سپین، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، فرانس، اٹلی، بیلجئم، فجی، سیرالیون، گیمبیا، صومالیہ، انڈیا، یوگوسلاویہ ایران اور الجزائر شامل ہیں۔

جلسہ سالانہ کی تیاری و رجسٹریشن حسبِ معمول یہ جلسہ سالانہ بھی ناصر باغ گروس گیراؤ میں عارضی خیمہ جات لگا کر منعقد کیا گیا۔ اس بار مردانہ جلسہ گاہ کا پنڈال گذشتہ سال کی نسبت خاصا بڑا تھا اور اس میں قریباً چھ۶ ہزار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود تھی علاوہ ازیں ۷۵۰ افراد کیلئے کرسیوں پر بیٹھنے کی سہولت تھی۔

مردانہ و زنانہ جلسہ گاہ کی تیاری کا کام جلسہ کے انعقاد سے قریباً ایک ماہ قبل شروع ہوا۔ جس میں فرنکفرٹ کے قرب وجوار کی جماعتوں کے احباب ایک لمبا عرصہ تک نہایت جوش وجذبہ سے مسلسل وقارِ عمل کے ذریعہ جلسہ گاہ کو جلسہ سالانہ کے انعقاد کیلئے تیار کرنے میں مشغول رہے۔ اس سلسلہ میں مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے خصوصی تعاون کیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء ۔ مکرم ومحترم امیر صاحب جماعتِ احمدیہ جرمنی کی زیرِ نگرانی انتظامیہ کمیٹی جس میں مکرم عبدالرحمٰن صاحب مبشر بطور افسر جلسہ سالانہ اپنے نائبین اور کارکنان دفتر جلسہ سالانہ کی معاونت سے جلسہ کے تمام انتظامات کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہے۔ جلسہ کے انعقاد سے کئی روز قبل مسلسل خراب موسم اور بارشوں کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام ضروری انتظامات اور تیاریاں مکمل کر لی گئیں۔

ناصر باغ سے ملحقہ زمین کو بغرض پارکنگ حاصل کیا گیا جس میں تین۳ ہزار کاریں پارک کی گئیں۔ ناصر باغ میں داخلے کیلئے ایک خوبصورت آرائشی گیٹ بھی تیار کیا گیا۔

جلسہ گاہ اور بالخصوص سٹیج کو متعدد خوبصورت بینرز کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ کلمہ طیّبہ اور سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور تحریرات پر مشتمل بینرز اردو اور جرمن زبانوں میں خصوصی طور پر تیار کر کے نمایاں طور پر جلسہ گاہ میں آویزاں کئے گئے۔

جلسہ سے ایک روز قبل سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے انتظامات کا تفصیلی معائنہ فرمایا۔

احاطۂ جلسہ گاہ میں داخل ہونے کیلئے ہر مرد و زن کی رجسٹریشن کی گئی اور داخلہ کارڈ جاری کیا گیا۔

اس بار جلسہ سالانہ کے ۳۶ انتظامی شعبہ جات کے تحت ۱۰۷۳ معاونین و معاونات مختلف ڈیوٹیوں کے فرائض نہایت جذبہ، خلوص اور محنت سے سرانجام دیتے رہے۔ اس سلسلہ میں انتظامیہ کمیٹی اور کارکنان کے اسماء پر مشتمل ایک ڈیوٹی چارٹ بھی شائع کیا گیا۔

خطبہ جمعہ و افتتاحی اجلاس حضور انور ایدہٗ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی گئی نماز سے قبل حضور نے جماعت جرمنی کو بعض اہم تربیتی امور کے سلسلہ میں توجہ دلاتے ہوئے قیام نماز اور جھوٹ سے گریز کرنے کے موضوعات پر بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

نماز جمعہ و عصر کی ادائیگی کے معاً بعد حضور ایدہ اللہ تعالےٰ پرچم کشائی کی تقریب کیلئے تشریف لے گئے۔

حضور انور کے کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہونے کے بعد جلسہ کے افتتاحی اجلاس کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حافظ مبارک احمد صاحب نے کی جس کے بعد مکرم داؤد احمد صاحب ناصر نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا شیریں کلام خوش الحانی سے پڑھا۔

بعد ازاں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے بصیرت افروز افتتاحی خطاب فرمایا جس میں حضور نے باہر سے یہاں آ کر مقیم ہونے والے احبابِ

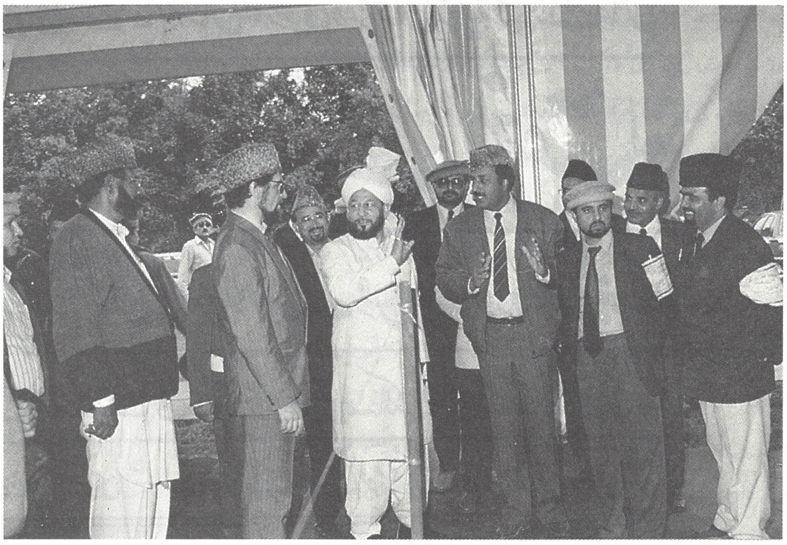

جلسہ سالانہ سے ایک روز قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ
انتظامات کا معائنہ فرما رہے ہیں

جلسہ سالانہ کے افتتاح سے قبل حضور ایدہ اللہ نے
لوائے احمدیت فضا میں لہرایا

پرچم کشائی کے بعد اجتماعی دُعا کا منظر

جلسہ سالانہ جرمنی ۱۹۹۲ء کے دوران ڈیوٹی میں مصروف کارکنان

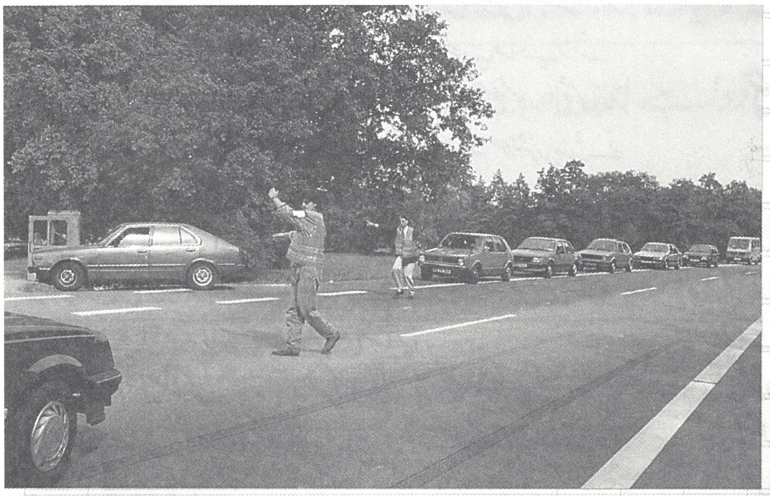

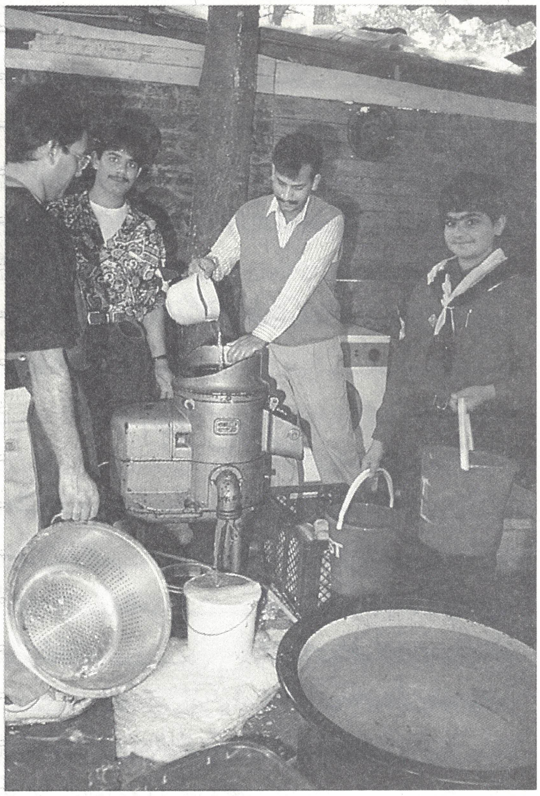

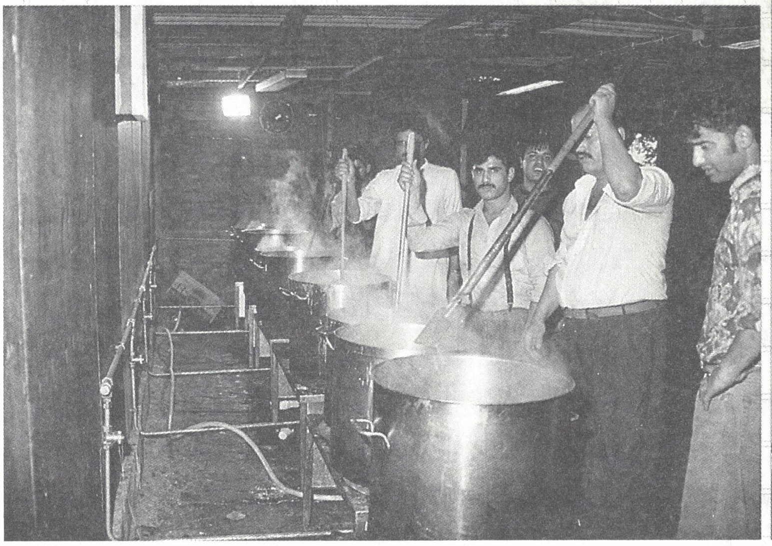

جماعت کو جرمن زبان سیکھنے کیطرف توجہ دلائی۔ حضور نے فرمایا کہ جرمنی میں بسنے والے تمام احباب دینی فریضہ کے طور پر یہاں کی زبان سیکھیں۔ اس ضمن میں حضور نے زبان سیکھنے کے فوائد اور نہ سیکھنے کے نقصانات سے آگاہ فرمایا نیز احباب جماعت جرمنی کو اس امر کی بھی تلقین فرمائی کہ وہ فارغ نہ رہیں اور کوئی نہ کوئی کام ضرور کریں۔

دوسرا روز ۱۲ ستمبر بروز ہفتہ اجلاس اوّل: جلسہ سالانہ جرمنی کے دوسرے روز کا پہلا اجلاس مکرم ومحترم عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد لندن کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ ساڑھے نو بجے صبح کارروائی کا آغاز ہوا۔ اس اجلاس میں مکرم بشارت محمود صاحب مبلغ سلسلہ سوئٹزرلینڈ نے "سیرت صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام" اور مکرم ڈاکٹر محمد جلال صاحب شمس مبلغ سلسلہ نے "آنحضورؐ کی عائلی زندگی" کے موضوعات پر تقاریر کیں۔

بعد ازاں گیارہ بجکر ۱۰ منٹ پر حضور انور نے زنانہ جلسہ گاہ میں مستورات سے خطاب فرمایا جو مردانہ جلسہ گاہ میں بھی سُنا گیا۔

دوسرا اجلاس: نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد ۲ بجکر چالیس منٹ پر اجلاس سے قبل HESSEN کے ایک ممبر اور SPD کے ایک لیڈر نے چند منٹ کے لیے حاضرین سے خطاب کیا۔

آج کے اجلاس دوم کا آغاز مکرم ومحترم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد مکرم ومحترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد نے "ہستی باری تعالیٰ"، مکرم محمد احمد صاحب انور نے "ہجرت کا مقصد اور اس کے تقاضے" اور مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے "بعثت ثانیہ حضرت مسیح علیہ السلام" کے موضوعات پر پُرمغز تقاریر کیں۔

دوسرے اجلاس کے دوران زیر تبلیغ جرمن وغیر ملکی مہمانوں کیساتھ ایک علیحدہ نشست ہوئی جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے شرکت فرمائی اور حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اس تقریب میں قریباً ساڑھے پانچ سو افراد نے شمولیت کی۔ اجلاس کے اختتام پر ۱۶ افراد نے حضور ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

تیسرا روز ۱۳ ستمبر بروز اتوار اجلاس اوّل: یہ اجلاس مکرم حافظ مظفر احمد صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد مکرم ڈاکٹر عبد الغفار صاحب مبلغ سلسلہ نے تقریر کی۔ مکرم ہدایت اللہ ہبش صاحب نے "داعی الی اللہ کی ذمہ داریاں" اور مکرم ومحترم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی نے "تربیت اولاد" کے موضوعات پر بہت مؤثر انداز میں تقاریر کیں۔ اجلاس کے اختتام سے قبل ایک نو احمدی عرب دوست نے اپنے قبولِ احمدیت کا واقعہ مختصراً سُنایا۔

اس کے بعد وقفہ برائے طعام وادائیگی نماز ظہر وعصر ہوا جس کے بعد جلسہ کا آخری اجلاس منعقد ہوا۔

اختتامی اجلاس: آخری اجلاس کا آغاز ۲ بجکر چالیس منٹ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے کرسئ صدارت پر رونق افروز ہونے کے بعد تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے کی۔ مکرم محمد رفیق صاحب شاکر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام خوش الحانی سے سنایا۔ بعد ازاں حضور نے اختتامی خطاب فرمایا۔ حضور نے اپنے خطاب کے آخر میں کامیاب جلسہ سالانہ کے انعقاد پر منتظمین ومعاونین کی کوششوں پر اظہار خوشنودی فرمایا۔

حضور اقدس کے پُرمعارف خطاب کے بعد پُرسوز دعا کے ساتھ یہ جلسہ سالانہ بھی اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ سالانہ مستورات

جلسہ سالانہ مستورات کی نگرانِ اعلیٰ مسز زینت حمید صاحبہ نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی تھیں۔ آپ کی زیرِ نگرانی جلسہ سالانہ کی تیاری و انتظامات کیلئے ۵۵ ناظمات ونائبات پر مشتمل انتظامی کمیٹی تشکیل دی گئی اور ۲۸ مختلف شعبہ جات قائم کئے گئے۔ جلسہ سے قبل انتظامیہ کمیٹی کی کل ۶ میٹنگز منعقد ہوئیں۔

اس سلسلہ کی آخری میٹنگ مؤرخہ ۹ ستمبر کو ناصر باغ گروس گیراؤ میں مسز زینت حمید صاحبہ کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس میں تمام شعبہ جات کی ناظمات ونائبات نے شرکت کی۔

اس موقع پر نیشنل صدر صاحبہ نے تمام کارکنات کو ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ" کا عملی نمونہ پیش کرنے کی نصیحت کی۔ نیز اپنے فرائض انتہائی محنت، لگن، ایمانداری اور خوش اسلوبی سے ادا کرنے اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرنے کی تلقین کی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام ناظمات ونائبات ومعاونات نے بھرپور تعاون کیا اور کوئی بدنظمی نہیں ہونے دی۔ الحمد للہ۔

جلسہ میں بیرون از جرمنی سے تشریف لانے والی مہمان خواتین کی تعداد ۳۰ تھی جبکہ ۸۲ جرمن خواتین نے جلسہ میں شرکت کی شعبۂ تجنید کی رپورٹ کے مطابق جلسہ گاہ مستورات کے آخری دن کی حاضری ۱۱۹۷ تھی۔

مؤرخہ ۱۲ ستمبر بروز ہفتہ جلسہ گاہ مستورات میں مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔

اجلاس اوّل

۱۱:۰۰	تلاوت قرآن کریم معہ اردو ترجمہ	محترمہ امینہ مرزا صاحبہ
	جرمن ترجمہ	محترمہ مسز ربیعہ یانس صاحبہ
	نظم معہ جرمن ترجمہ	محترمہ مسز عائشہ سلمیٰ صاحبہ
	جرمن ترانہ	محترمہ مس عطیہ نور صاحبہ و دیگر لجنہ
	اردو ترجمہ	محترمہ مس ساجدہ یوسف صاحبہ
۱۱:۲۰	خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	
۱۲:۳۰	وقفہ برائے طعام ونماز ظہر وعصر	

اجلاس دوم کا پروگرام مردانہ جلسہ گاہ سے براہ راست سُنا گیا۔

بقیہ صـ ۱۴

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی

جرمن لٹریچر کا اُردو تعارف

9. AHMADIYYA MUSLIM JAMAAT IM ISLAM

یہ رسالہ جس کے مصنف شیخ ناصر احمد ہیں، پہلی مرتبہ ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ اس میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا تعارف، اُن کے مخالفین کا تذکرہ، اسلام اور احمدیت کے بنیادی عقائد، خلافت احمدیہ اور جماعت احمدیہ کی درخشاں کامیابیاں وغیرہ......

یہ کتابچہ جماعتِ احمدیہ کے ابتدائی تعارف کی ضرورت کو کماحقہٗ پورا کرتا ہے۔ جہاں آپ جماعت احمدیہ کو متعارف کرانے کی ضرورت محسوس کریں وہاں یہ کتابچہ پیش کریں۔ ہر مسلم وغیر مسلم زیرِ تبلیغ افراد کو دینے کے لیے یکساں مفید ہے۔

10. JESUS IM QURÄN

یہ کتابچہ "یسوع ازروئے قرآن" کے عنوان سے شیخ ناصر احمد کی تصنیف ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر مناسب تفصیل کے ساتھ قرآن کریم کے حوالوں کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

مسیح ابن مریم کو عیسائیوں نے خدا اور خدا کے بیٹے کا درجہ دیا۔ یہودیوں نے ان کو نبی بھی نہ مانا۔ غیر احمدی مسلمانوں نے اگرچہ بظاہر خدا یا خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کیا، تاہم خدائی صفات میں ان کو عملی طور پر شریک مانا۔ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اصل صورتِ حال کی نشاندھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی۔

امید ہے کہ آپ کے زیر تبلیغ احباب کے لیے یہ موضوع دلچسپی کا باعث ہوگا۔ وقت کی ضرورت کے مطابق یہ کتابچہ دوستوں کو دیں۔

11. EIN BOTSCHAFT DES FRIEDENS UND EIN WARNUNG AN DIE WELT ZUGLEICH.

"اَمن کا پیغام اور ایک انتباہ" کے عنوان سے شائع ہونے والا یہ کتابچہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے اس خطاب کا ترجمہ ہے جو آپ نے ۲۸ جولائی ۱۹۶۷ء کو وانڈز ورتھ ٹاؤن ہال میں ارشاد فرمایا اس میں آپ نے دنیا کی تاریخی کا ممکنہ تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ آپؒ نے دنیا کو ایک ایسی ہی بین الاقوامی جنگ عظیم کے خطرے سے متنبہ فرمایا جو نوعِ انسانی پر ہمہ جہت دور رس انداز میں اپنے اثرات ڈالے گی۔ تاہم تاریکی اور ظلالت کے اس خطرناک اندھیرے میں آپ نے روشنی کی اس کرن کی طرف توجہ دلائی جس سے نوعِ انسانی کے خوش آئندہ مستقبل کی ضمانت دی گئی ہے۔

احمدیت یعنی نوع انسانی کی آخری امید گاہ کا آپ نے مفصل تعارف پیش کیا۔ بانیٔ احمدیت کا تعارف بھی پیش کیا اور اسلام کے شاندار مستقبل کے بارے میں ان کی پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا۔ اس تقریر کا جرمن ترجمہ ہدایت اللہ ھبش نے کیا۔ یہ کتابچہ بنی نوع انسان کا درد رکھنے والے سیاستدانوں یا سیاسی شعور رکھنے والے اور انسانیت کی بقاء میں دلچسپی رکھنے والے زیرِ تبلیغ دوستوں کو دیا جاسکتا ہے۔

12. EIN GESPRÄCH ZWICHEN EINEM MUSLIM UND EINEM CHRISTEN.

"ایک عیسائی اور مسلمان کے درمیان بات چیت" کے عنوان سے تحریر کردہ فضل الٰہی انوری کا یہ کتابچہ مقدس بائیبل کے حوالوں کی روشنی میں مندرجہ ذیل عنوانات پر بحث کرتا ہے۔

تثلیث، کفارہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونے کے بعد نیا جسم اختیار کر لینا، رفع عیسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کی دائمی زندگی، ان کی ابنیّت (خدا کا بیٹا ہونا) وغیرہ۔ جرمن ترجمہ سمیر احمد نے کیا ہے۔

اس کتابچہ میں ان تمام مسائل پر دلائل اور حوالے دیے گئے ہیں جو کہ عام طور پر ایک عیسائی کے ساتھ بات چیت کے دوران پیش آتے ہیں جب بھی مذکورہ بالا مسائل زیرِ بحث آئیں آپ اس کتابچہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بائیبل کی پیروی کرنے والے عیسائیوں کو یہ کتابچہ آپ دے سکتے ہیں۔

13. GRUNDSATZE DER ISLAMISCHEN KULTUR

یہ کتابچہ معروف سیاسی لیڈر اور بین الاقوامی عدالت ہیگ کے سابق چیف جسٹس سر ظفر اللہ خان مرحومؒ کے ایک مقالے کا ترجمن ترجمہ ہے جو "اخلاقِ حسنہ عمل کے سانچے میں" کے زیرِ عنوان لکھا گیا ہے۔ مصنف نے اس میں مندرجہ ذیل مسائل پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے:

اسلام میں خاندانی زندگی، اسلامی معاشرہ میں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ سلوک، اسلامی ریاست کی پالیسیاں یعنی طرزِ عمل، اسلامی قانون کی رُو سے مساوات، اور بہت سے دیگر متعلقہ عنوانات۔ جرمن ترجمہ شیخ ناصر احمد نے کیا۔

جو لوگ اسلامی قوانین کے حسن اور طرزِ معاشرت سے ناواقفیت کی بناء پر، نیز چرچ کے جھوٹے پراپیگنڈے کے زیرِ اثر اسلام سے برگشتہ اور متنفر ہیں ان کو اسلام کے صاف ستھرے ماحول اور نکھرے ہوئے چہرے کی ایک جھلک اس کتابچہ میں دکھائی گئی ہے۔ جہاں اسلامی سوسائٹی اور اسلامی

بقیہ صہ ۴۲

مقابلہ مقالہ نویسی

شعبۂ تعلیم و تربیت احمدیہ جرمنی کے تحت ہونیوالے مقابلہ مقالہ نویسی کیلئے مرکزی امتحانی کمیٹی نے مکرم محترم امیر صاحب کی منظوری سے مندرجہ ذیل عنوانات اور قواعد و ضوابط طے کئے ہیں ۔

مقالہ جات مندرجہ ذیل عنوانات کی شقوں میں سے کسی ایک شق کے تحت ہونے چاہئیں ۔

پہلی شق :۔ تاریخ اسلام ۔ تاریخ انبیاء سابقہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ) کسی ملک میں اسلام کے پھیلنے کی تاریخ ۔ تاریخ احمدیت ۔ صحابہؓ یا کسی ممتاز مسلمان کی تاریخ و سیرت ۔ مجددین کرام کے حالات زندگی ۔

دوسری شق :۔ مندرجہ ذیل عناوین جو کہ مغربی معاشرہ کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہیں ، کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زیر بحث لایا جائے کہ اس کے کونسے پہلو اور کونسی روایات اسلامی تعلیم کے منافی نہیں اور انہیں کس حد تک اپنایا جاسکتا ہے ؟ نیز معاشرتی بیماریوں کی نشاندہی ۔ ان سے بچاؤ اور ان کے علاج کے طریقۂ کار کے بارہ میں اسلامی نقطۂ نظر ۔

i) جنسیات ۔ ہم جنس پرستی ۔ بچوں سے بدفعلی ۔

ii) عورت کا مقام ۔ تحریک مساواتِ نسواں ۔

iii) ننگی فلمیں ۔ جسم فروشی (iv) لباس ۔ فیشن

v) تعیشات (کاریں ۔ تفریحی کشتیاں ۔ رہائش گاہ ۔ زیورات)

vi) جواء (لاٹری ۔ جوئے کی مشینیں ۔ ٹی وی کی لاٹری ۔ رسالہ جات میں انعامی معمے)

vii) موسیقی ۔ پوپ موسیقی ۔ فین کلبز (شائقین کے کلب) ۔ سٹار پرستی ۔ ڈسکوز ۔ موسیقی کی تعلیم ۔ کلاسیکی موسیقی ۔ ناچ ۔

viii) سینما ۔ ٹی وی ۔ ویڈیو ۔ ٹی وی کھیل ۔ کمپیوٹر کھیل ۔ سیریل کا عادی ہونا (DALLAS , DENVER , LINDEN STR.) وغیرہ ۔

ix) شراب ۔ تمباکو نوشی

x) نشہ آور ادویات ۔ ہیروئن ۔ چرس ۔ کوکین ۔

xi) تھیئٹر ۔ آرٹ ۔ لٹریچر ۔

xii) کھیل ۔ پیشہ ورانہ کھیل ۔ لیگ کے میچز ۔ کارکردگی بڑھانے کیلئے ادویات کا استعمال (DOPING) ۔ فٹ بال ۔

xiii) سکول ۔ اعلیٰ تعلیم ۔ مخلوط تعلیم ۔ اساتذہ اور والدین میں رابطے کا فقدان لڑکیوں کیلئے پیشہ ورانہ تعلیم ۔

xiv) خوراک ۔ سنیکس ۔ فضائی کثافت ۔ گیس کے اخراج کیلئے کاروں میں مخصوص فلٹر ۔ شمسی توانائی ۔ ایٹمی توانائی ۔

xv) سیاست ۔ پارٹیوں کے عطیات کے سکینڈلز ۔ بدعنوانی ۔ جلسے جلوس تشدد پسندی ۔ جماعتوں کی ممبرشپ ۔ انتخابات ۔ پراپیگنڈہ ۔ ہٹلرازم ۔ فسطائیت یہودیوں کے خلاف نفرت ۔ یہودیت ۔ انتہا پسندی ۔

xvi) پریس ۔ آزادئ صحافت ۔ سنسر ۔ اخبارات ۔ رسالہ جات ۔

xvii) عائلی زندگی ۔ تربیت ۔ وراثت ۔ طلاق و خلع ۔ بچوں کے حقوق سرپرستی ۔ بوڑھوں کے ہاسٹل ۔ بچوں اور نوجوانوں کے ہاسٹل ۔ مشاورتی ادارے ۔ علاج گاہیں ۔ سماجی امداد دینے والے ادارے ۔

xviii) تہوار ۔ پارٹیاں (مخلوط) ۔ تہوار سالِ نو ۔ سالگرہ ۔ کرسمس ۔ ایسٹر ۔ کارنیوال ۔ شادی ۔

xix) غیر ملکیوں کے مسائل ۔ نسلی تعصب ۔ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانے کا رجحان ۔ جرمن مہاجرین کی واپسی ۔ نقل مکانی ۔

xx) شراب خانے ۔ کیفے ، ریستوراں ۔ سنیکس ۔ کلب ۔

xxi) استحصال ۔ روزگار ۔ بے روزگاری ۔ غیر قانونی کاروبار ۔ ٹیکس کی چوری ۔

xxii) جرائم ۔ سزائے موت ۔ تعزیری نظام

xxiii) مذاہب ۔ فرقے ۔ دورِ نو ۔

xxiv) اسلامی ممالک کا معاشرتی تجزیہ (پاکستان ترکی وغیرہ) اسلامی ممالک کے معاشرتی نظام کے منفی پہلو ۔

xxv) عالمی امن ۔ تخفیف اسلحہ ۔

شرائط

۱۔ یہ انعام ہر سال دیا جائے گا ۔ اس کیلئے سال یکم مئی سے اگلے سال ۳۰ اپریل تک شمار ہوگا ۔

۲۔ مقابلہ میں مسودات شامل ہوسکیں گے جو ۱۵ فروری تک منصفین کے بورڈ کو موصول ہوجائیں گے ۔

۳۔ مقالہ پہلے سے شائع شدہ نہیں ہونا چاہئیے ۔

۴۔ یہ مقالہ کم ازکم دس ہزار الفاظ پر مشتمل ہونا چاہئیے اور خوشخط الفاظ میں کاغذ کے ایک جانب لکھا ہونا چاہئیے ۔

۵۔ مقالہ اردو ، انگریزی اور جرمن زبان میں لکھا جاسکتا ہے ۔

۶۔ انعام کا فیصلہ کرنے کیلئے منصفین کا ایک بورڈ مقرر کیا جائیگا ۔ اس بورڈ کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا اور اس کے خلاف کوئی عدالتی چارہ جوئی نہ ہوسکے گی ۔

۷۔ جماعت احمدیہ جرمنی کو انعام یافتہ مقالوں کی اشاعت کا حق ہوگا ۔ لیکن اس کی اشاعت جماعت پر واجب نہ ہوگی ۔

۸۔ ضروری نہ ہوگا کہ ہر سال یہ انعام دیا جائے ۔ اگر کسی سال کسی شق میں کوئی مضمون بھی معیار پر پورا نہ اُترے تو اس سال انعام نہ دیا جائے گا ۔

۹۔ مقالہ نویس اپنے مقالوں میں حوالہ جات مکمل درج کریں ۔ جن میں کتاب کا سن طباعت ۔ ایڈیشن نمبر ۔ مصنف کا نام ضروری طور پر شامل کیا جائے ۔

۱۰۔ اس امر کا فیصلہ کہ کونسا مضمون کس شق کے تحت آتا ہے یا کہ کسی شق کے تحت بھی نہیں آتا ۔ منصفین کا بورڈ کریگا ۔ اور یہ فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا ۔

انعامات

ہر شق میں اوّل ۔ دوم اور سوم آنے والے مقالوں پر مندرجہ ذیل انعامات دیئے جائیں گے ۔

اوّل : مبلغ ایک ہزار جرمن مارک صرف

دوم : مبلغ سات صد جرمن مارک صرف

سوم : مبلغ پانچ صد جرمن مارک صرف

(طاہر محمود ـــــ نیشنل سیکرٹری تعلیم جماعت احمدیہ جرمنی)

وقفِ عارضی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔
"جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائینگے"

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

۱۔ پس اولاد کی تربیّت اور اُس کو قرآن کریم پڑھانے کی اصل ذمہ داری والدین پر ہے۔

۲۔ عہدیداران جماعت اور مربیانِ کرام قرآن کریم پڑھانے کا باقاعدہ انتظام کریں۔

۳۔ مجالس موصیان، انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنات بھی تعلیم القرآن کے لئے بھرپور کوشش کریں۔

یاد دھانی:۔ تعلیم القرآن کے پروگراموں کو رائج کرنے کیلئے واقفینِ عارضی کی فوری ضرورت ہے پس جماعت کا ہر فرد مرد ہو یا عورت ہر سال کم از کم دو ہفتے وقف کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا وارث بنے۔

اے زمین و آسمان کے نور تو ایسے حالات پیدا کردے کہ دنیا کا مشرق بھی اور مغرب بھی۔ دنیا کا جنوب بھی اور دنیا کا شمال بھی نورِ قرآن سے بھر جائے اور سب شیطانی اندھیرے ہمیشہ کے لئے دور ہو جائیں۔

(مشتاق احمد ظہیر —— سیکرٹری وقف عارضی جماعت احمدیہ جرمنی)

صدران متوجہ ہوں

نیشنل عاملہ نے فیصلہ کیا ہے کہ تبلیغی / تربیتی مقصد کیلئے جرمن زبان میں جتنی بھی کتب / لٹریچر مہیا ہیں اس کا ایک سیٹ تیار کیا جائے۔ یہ سیٹ ہر احمدی گھر میں موجود ہو۔ تاکہ اُن کتب کا خود مطالعہ کیا جائے اور پھر تبلیغی غرض سے دوسروں کو پیش کیا جائے۔

تمام صدران جماعت سے گذارش ہے کہ وہ اپنی جماعت میں ہر فرد سے ذاتی رابطہ کر کے اس کی افادیت سے متعارف کرائیں۔ اور اپنے ریجنل امیر صاحب کو مطلع فرمائیں کہ کتنے سیٹ آپ کی جماعت کو درکار ہیں۔ اس سیٹ کی قیمت -/150 مارک ہے۔ اس میں فری لٹریچر بھی شامل کیا گیا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید جرمن زبان (ایکسٹرا سائز) بھی شامل ہے۔ تمام افرادِ جماعت سے گذارش ہے کہ صدران جماعت تعاون کریں اور سیٹ حاصل کریں۔

اگر -/150 مارک کی فوراً ادائیگی نہیں کرسکتا تو قسطوں میں بھی ادائیگی ہو سکتی ہے۔ پہلی قسط -/20 مارک اسکے بعد ہر ماہ -/10 مارک کے حساب سے ادائیگی کرسکتے ہیں۔

والسلام خاکسار

(فلاح الدین خان —— سیکرٹری اشاعت جرمنی)

حضور ایدہ اللہ کو خط لکھتے وقت اپنا پورا ایڈریس خط کے صفحہ پر بھی تحریر فرمایا کریں۔ صرف لفافہ پر جوابی ایڈریس لکھنا کافی نہیں۔

عبدالرشید بھٹی —— جنرل سیکرٹری Tel: 06106.73054

انٹرنیشنل بک فیئر

منعقدہ ۳۰ ستمبر تا ۵ نومبر ۹۲ء

فرانکفرٹ میں ہر سال ماہ اکتوبر میں انٹرنیشنل بُک فیئر منعقد ہوتا ہے۔ جماعتِ احمدیہ جرمنی نے امسال بھی اپنی روایت کے مطابق تبلیغی سٹال لگایا۔ سٹال کو ہر لحاظ سے دیدہ زیب اور خوبصورت بنانے کی کوشش کی گئی۔ "ISLAM HEISS FRIEDEN" کا ایک بینر بھی لگایا گیا۔

سٹال کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصہ لٹریچر اور دوسرا قرآن مجید کا تھا۔ جرمن قرآن مجید کے علاوہ مختلف زبانوں میں تراجم قرآن مجید رکھے تھے اس کے علاوہ منتخبہ آیات، احادیث اور ملفوظات جرمن زبان میں موجود تھے لٹریچر مختلف زبانوں میں رکھا تھا جس میں عربی، فارسی، ترکی، سپین، فرنچ، البانیہ، ہندی، انگریزی شامل ہے۔ امسال سٹال پر "منارۃ المسیح" کا ماڈل رکھا گیا۔

سٹال میں پورے ایام بہت رونق رہی اور جرمن و دیگر اقوام کے لوگوں نے بہت دلچسپی لی اور اکثر نے اسلام کے بارے میں سوالات کئے جس کے مؤثر رنگ میں مکرم عبدالباسط طارق مبلغ سلسلہ، ہدایت اللہ صاحب ہوبش نے جوابات دیئے۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے مفت لٹریچر حاصل کیا۔ بُک فیئر میں قرآن مجید / کتب کے آرڈر موصول ہوئے۔ -/634 مارک کی کتب و قرآن مجید فروخت ہوئے۔ اس کے علاوہ 25,000 کی تعداد میں مفت لٹریچر تقسیم ہوا۔

مکرم عبدالباسط طارق ریجنل مشنری فرانکفرٹ اور مکرم ہدایت اللہ صاحب جرمن احمدی دوست محمد موسیٰ۔ طارق گڈٹ۔ راشد گڈٹ۔ نورالدین کاشف عبدالجلیل۔ عمیر باجوہ۔ نادر صاحب نے سٹال پر وقت دیا۔ لٹریچر لانے اور وائنڈ اپ میں مکرم محمد ریاض صاحب۔ مکرم عبدالشکور بھٹی صاحب۔ مکرم مظفر احمد چٹھہ صاحب۔ عزیزم آصف خان نے بھرپور تعاون کیا۔ مکرم مظفر احمد چٹھہ صاحب نے روزانہ طعام کا بندوبست کیا۔

مکرم امیر صاحب و نائب امیر صاحب نیشنل سیکرٹری تربیّت بھی سٹال پر تشریف لائے۔ مکرم امیر صاحب نے بھی سٹال پر آنے والوں سے تبلیغی گفتگو فرمائی۔ بک سٹال میں جن دوستوں سے تبلیغی گفتگو ہوئی تھی اُن میں سے دو افراد اشاعت کے سٹور میں تشریف لائے اور انگلش۔ سپین اور ترکی، پرتگال کے قرآن مجید خریدے۔ ان میں سے ایک جرمن دوست لائبریری میں کام کرتے ہیں ان کو کچھ کتابیں لائبریری میں رکھنے کیلئے دی گئیں۔ امسال نئی جرمن کتابوں کا تعارف کرایا گیا۔

1. MUSLIMA
2. MIRROR OF CHARM AND BEUTY
3. SATANIC VERSES BY SALMAN RUSHDI
4. TRUTH ABOUT AHMADIYYAT
5. CATALOG NEW BOOKS 93
6. THE LAND OF PEACE
7. JESUS DID NOT DIE ON THE CROSS.

ترکی اور عربی مسلمان مستورات نے "مسلمہ" کتاب کو بہت پسند کیا۔ اسی طرح دوسری کتابوں کو بھی پسند کیا گیا۔

(فلاح الدین خان —— نیشنل سیکرٹری اشاعت جرمنی)

احمدی تاجر پیشہ احباب کیلئے

جرمنی میں مقیم تجارت پیشہ احباب جماعت کی ایک تنظیم بنائی گئی ہے۔ جسکا نام AHMADIYYA DEUTSCHER GESCHÄFTSVEREIN ہے۔ اِس تنظیم کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اس بات کی کوشش کرنا کہ زیادہ سے زیادہ احمدی احباب تجارت شروع کرسکیں۔ نئے بزنس شروع کرنیوالے احباب کی رہنمائی کرنا اور تھوڑے سرمایہ سے قابل عمل چھوٹی چھوٹی تجارت کی سکیمیں متعارف کروانا۔

۲۔ ایسے احمدی احباب جو غیر اسلامی بزنس (مثلاً سؤر کے گوشت شراب کی فروخت) میں شریک کار ہیں۔ حصول رزق کے پاکیزہ ذرائع کی تلاش میں اُن کی مدد اور راہنمائی کرنا۔

۳۔ اسلام کی نشاۃ اولیٰ میں تجارت پیشہ احباب نے ایک بڑا رول ادا کیا ہے۔ اور دور دور تک مثلاً چین۔ انڈونیشیا تک مسلمان تاجروں کے ذریعہ اسلام پھیلا ہے۔ احمدی تاجروں کا سر جوڑ کر اس بارے میں غور کرنا کہ وہ کسطرح سے اسلام کی کامیاب تبلیغ کرسکتے ہیں۔ حضور اقدس کے خطبات سے استفادہ اور کامیاب داعیین الی اللہ سے رابطہ کرنا۔ اس بارہ میں باہمی خیالات اور تجربات کا تبادلہ کرنا۔

۴۔ تجارت پیشہ احباب کو باہم اکٹھے ہونے کے مواقع فراہم کرنا۔ تجارت کے نئے نئے مواقع کے بارے میں معلومات اور تجربات کا تبادلہ کرنا۔

۵۔ جرمنی میں احمدی احباب جو بزنس کر رہے ہیں اُن کی ایک ڈائریکٹری ترتیب دینا۔ اور دنیا بھر میں احمدی تاجروں کیساتھ رابطوں کی صورت پیدا کرنا۔

۶۔ احباب جماعت کی ضرورت کے مطابق تجارتوں کی ترغیب دلانا۔ مثلاً (i) سستے اور حلال گوشت کا حصول (ii) شادی ہال (iii) لائبریری۔ بک شاپ وغیرہ۔

ہر احمدی جو بزنس کیلئے رجسٹریشن (GEWERBE ANMELDUNG) کروا چکے ہیں اور باقاعدہ بزنس شروع کرچکے ہیں۔ اس کا ممبر بن سکتے ہیں۔ ممبر شپ کیلئے فیس -/100 مارک سالانہ ہے۔ ممبر شپ کے فارم سیکرٹری صاحب سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

طاہر اختر —— TEL: 069. 295894

دعائے مغفرت

ہمارے بہنوئی محترم رانا حنیف صاحب آف کراچی مورخہ ۱۲ نومبر بروز جمعرات کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ربوہ میں انتقال کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم نے چار بیٹیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے ایک شادی شدہ ہیں اور جرمنی میں مقیم ہیں احباب جماعت سے مرحوم کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

نعیم احمد شاہد، ڈاکٹر وسیم احمد طاہر —— ہائیڈل برگ

مکرمہ طاہرہ منور صاحبہ کے نام حضور کی طرف سے جوابی خط آیا ہے۔ از راہِ مہربانی اپنے ایڈریس سے مطلع فرمائیں تاکہ خط اُن کو بھجوایا جاسکے۔

عبدالرشید بھٹی —— جنرل سیکرٹری

TEL: 06106. 73054

ضروری اطلاع

عرض خدمت ہے کہ اس سال ریجنل تربیتی کلاسز (سالانہ) کا انعقاد انشاءاللہ ۲۴ تا ۳۰ دسمبر ہوگا۔ اس سلسلہ میں مزید معلومات انشاءاللہ جلد بھجوا دی جائیں گی۔

دوسری ضروری اطلاع ۹۲ء کیلئے مقرر کردہ نصاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے بارہ میں ہے۔ اس کا امتحان انشاءاللہ جنوری ۹۳ء میں لیا جائیگا۔ اس کے امتحان کا درج ذیل طریق ہوگا۔

۱) عمومی امتحان: اس امتحان میں ۱۵ سال سے اوپر کے تمام افرادِ جماعت (لجنہ، خدام، انصار) حصہ لیں گے۔ اس کا پرچہ کتاب دیکھ کر بھی حل کیا جاسکے گا۔

۲) انعامی مقابلہ: یہ امتحان باقاعدہ امتحانی شرائط کے مطابق لیا جائے گا۔ اس میں مندرجہ ذیل انعامات ہونگے۔

اوّل: تین سو مارک۔ دوم: دو سو مارک۔ سوم: ایک سو مارک۔

آپ کی خدمت میں درخواست ہے کہ افرادِ جماعت کو ان امتحانات میں شرکت کیلئے تیار کریں۔ کتاب شعبۂ اشاعت سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ امتحان جرمن اور اُردو دونوں زبانوں میں لیا جائیگا۔

خصوصی دُعاؤں کی درخواست کے ساتھ۔

(طاہر محمود —— نیشنل سیکرٹری تعلیم)

بقیہ صہ ۳۹ جرمن لٹریچر کا اردو تعارف۔

طرزِ معاشرت کی صحیح تصویر پیش کرنا ضروری ہو وہاں یہ کتابچہ آپ پیش کرسکتے ہیں۔

14. UNSERE LEHRE

یہ کتابچہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کی کتاب "کشتی نوحؑ" سے اخذ کیے گئے اقتباس بعنوان "ہماری تعلیم" کے جرمن ترجمہ پر مشتمل ہے جرمن ترجمہ ہدایت اللہ ہبش نے کیا۔ اس کتابچہ میں آپ نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تعلیم کا تعارف پیش کیا ہے۔ کتابچہ "ہماری تعلیم" امید ہے کہ ہر داعی الی اللہ نے ضرور پڑھا یا سُنا ہوگا۔ اسلام کی تعلیم اتنی مکمل اور حسین ہے اور پھر حضور اقدسؑ کا طرزِ بیان اتنا پیارا اور دلکش ہے کہ دشمن بھی اسلامی تعلیم کا مداح ہو جاتا ہے۔

پس جب آپ محسوس کریں کہ آپ کے زیرِ تبلیغ دوستوں کے دِلوں میں جھوٹے پراپیگنڈے اور لاعلمی کے باعث اسلام کے خلاف بغض اور نفرت بھری ہوئی ہے۔ اس چھوٹے سے کتابچے کی مدد سے آپ اس نفرت کو کافی حد تک کم کرسکتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کے حسن کو اجاگر کرنے کے لیے اس سے بہتر کتابچہ آپ کو نہیں مل سکے گا۔

پہیلیاں بوجھنے والے بچوّں کے نام

※ ثمینہ احمد اسحاق ※ محمد احمد

شادی خانہ آبادی

میرے چچا مکرم فرید احمد کی شادی ہمراہ مکرمہ ناصرہ پروین مؤرخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو ربوہ میں عمل میں آئی۔ احباب جماعت سے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دُعا کی درخواست ہے۔

کاشف احمد بٹ ـــــــ جماعت ہلڈن

ولادت

اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے خاکسار کو ۹ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک بیٹے سے نوازا ہے۔ جو کہ منشی محمد صادق صاحب آف ربوہ کا پوتا اور مکرم عبد الشکور اسلم خان نائب امیر جرمنی کا نواسہ ہے۔

حضورِ اقدس نے بچہ کا نام قاصد احمد رکھا ہے۔ نومولود تحریکِ وقفِ نو میں شامل ہے۔ نومولود کی درازیٔ عمر اور خادم دین بننے کیلئے دُعا کی درخواست ہے۔

محمد ادریس شاہد ـــــــ نوئے ایزن برگ

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مؤرخہ ۵ فروری ۱۹۹۲ء کو خاکسار کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ حضور نے بچے کا نام افتخار احمد رکھا ہے۔ نومولود ملک عبد الرزاق صاحب آف شیخوپورہ پاکستان کا پوتا اور مکرم محمد لطیف صاحب آف کوئٹہ کا نواسہ ہے۔

ملک امتیاز احمد ـــــــ راڈے فورم والڈ

خاکسار کو خدا تعالےٰ نے ۲۲ جون ۱۹۹۲ء کو پہلی بچّی سے نوازا ہے۔ حضور نے عزیزہ کا نام لُبنیٰ اجمل تجویز فرمایا ہے۔ بچّی وقفِ نو کی تحریک میں شامل ہے۔ عزیزہ مکرم محمد طفیل صاحب جھنگ کی پوتی ہے۔

محمد اجمل ـــــــ سٹٹ گارٹ

خاکسار کو اللہ تعالےٰ نے مؤرخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ حضور نے بچّی کا نام ملیحہ آصف تجویز فرمایا ہے۔

منور احمد آصف ـــــــ سٹاڈے

مکرم اعجاز احمد شاہد آف مرھارٹ کو اللہ تعالیٰ نے ۱۵ جنوری ۹۲ء کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ بچّے کا نام خرم شاہد رکھا گیا ہے۔ نومولود مکرم چوہدری محمد اسحاق آف سندھ کا پوتا اور چوہدری نور احمد باجوہ آف ساہیوال کا نواسہ ہے۔

صلاح الدین قمر ـــــــ سٹٹ گارٹ

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مکرم منصور احمد صاحب چیمہ ممبر نیشنل مجلسِ عاملہ جرمنی کو مؤرخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۹۲ء کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ نومولود مکرم رسول احمد چیمہ آف ڈنگہ کا پوتا اور مکرم صوفی نذیر احمد صاحب آف ھائیڈل برگ کا نواسہ ہے۔

(بشیر احمد بھٹی ـــــــ اڈیٹر)

خاکسار کو خدا تعالیٰ نے مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۹۲ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ عزیزم کا نام خاکسار کی والدہ نے ذیشان احمد رکھا ہے۔ نومولود مکرم شیخ محمد عطاء اللہ آف کوئٹہ کا پوتا اور شیخ محمد یوسف صاحب کا نواسہ ہے۔

ضیاء اللہ عامر ـــــــ جرمنی

آمین

- مکرم عزیزم ایاز احمد ابن ملک امتیاز احمد صاحب نے ۶ سال کی عمر میں قرآنِ کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔
- خاکسار کے بیٹے عزیزم خواجہ عطاء المصوّر نے قرآنِ کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔

خواجہ عبد اللطیف ـــــــ فرائی برگ

- میرے بیٹے عزیزم فہد محمود نے ۳ سال ۳ ماہ کی عمر میں قرآنِ کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔ مؤرخہ ۲۵ اکتوبر کو بیت النصر کولون میں آمین کی تقریب منعقد کی گئی جس میں محترم امیر صاحب جرمنی نے بھی شرکت فرمائی۔ یاد رہے کہ عزیزم نے قاعدہ یسرنا القرآن کی ویڈیو کیسٹ سے بھرپور افادہ حاصل کیا۔ عزیزم تحریک وقفِ نو میں شامل ہے۔

دُعائے مغفرت

- مکرم منصور احمد چیمہ ممبر نیشنل مجلس عاملہ جماعت جرمنی کی والدہ محترمہ مکرمہ امتہ الرحمٰن صاحبہ اہلیہ مکرم رسول احمد چیمہ مرحوم مورخہ ۸ دسمبر کو بعمر ۷۰ سال لاہور میں وفات پاگئیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ ایک عرصہ سے بعارضہ فالج بیمار تھیں۔ آپ کی تدفین احمدیہ قبرستان لاہور میں عمل میں آئی۔ آپ نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑے ہیں جو سب شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہیں۔ اس سے قبل آپ کے ایک صاحبزادے مکرم منظور احمد چیمہ ۱۹۸۹ء میں جرمنی میں ۴۲ سال کی عمر میں وفات پاگئے تھے، اپنے بیٹے کی وفات کا آپ کی طبیعت پر اثر تھا۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ ادارہ اخبار احمدیہ مکرم منصور احمد چیمہ سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور مرحوم کے بلندیٔ درجات کیلئے دعاگو ہے۔
- میرے خالو جان مکرم جمالی محمد یوسف بلوچ آف باد مارین برگ مؤرخہ ۲۹ جون ۹۲ء کو بون ہسپتال میں وفات پا گئے تھے۔ آپ کی نعش تدفین کی غرض سے ربوہ لیجائی گئی جہاں قبرستان عام میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ، چار لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑے ہیں۔ تمام احباب جماعت سے مرحوم کے بلندیٔ درجات کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ مرحوم کی وفات پر پورے جرمنی سے بکثرت احباب تعزیت کیلئے تشریف لائے۔ اسیطرح دوسرے ممالک سے بھی بکثرت خطوط موصول ہوئے ہیں۔ مَیں ان تمام خواتین و احباب کا مشکور ہوں جنہوں نے غم کے اس موقعہ پر ہمیں حوصلہ دیا اور ہمارے غم میں شریک ہوئے۔

شمس الحق قدوس بٹ ـــــــ باد مارین برگ

- میرے والد چوہدری محمد شریف ڈار مؤرخہ ۱۵ اکتوبر بعمر ۸۶ سال فیصل آباد میں وفات پا گئے۔ مرحوم موصی تھے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں عمل میں آئی۔ مرحوم نہایت نیک پابند صوم وصلوٰۃ تھے اور قرآن کریم کی روزانہ تلاوت آپکی زندگی کا حصہ تھی۔ تمام احباب سے مرحوم کے بلندیٔ درجات کیلئے دُعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

محمد علیم ڈار ـــــــ جرمنی

1993 کی اہم جماعتی تقریبات

پہلا یوم تبلیغ	9. جنوری
ریفریشر کورس فرینکفرٹ ریجن	13، 14. فروری
یوم مصلح موعودؓ	20. فروری
رمضان المبارک	23. فروری (اندازاً)
یوم مسیح الموعودؑ	20. مارچ
عید الفطر	25. مارچ (اندازاً)
دوسرا یوم تبلیغ	10. اپریل
مجلس مشاورت جرمنی	30. اپریل تا 2 مئی
یوم خلافت	23. مئی
سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی	28. تا 30. مئی
عید الاضحیٰ	یکم جون (اندازاً)
ریفریشر کورس ہمبرگ ریجن	26، 27. جون
سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ جرمنی	10، 11. جولائی
سالانہ جلسہ انگلستان	30، 31. جولائی، یکم اگست
تیسرا یوم تبلیغ	21. اگست
جلسہ سالانہ جرمنی	10، 11، 12. ستمبر
جلسہ سیرت النبیؐ	25. ستمبر
مجلس مشاورت خدام الاحمدیہ جرمنی	9، 10. اکتوبر
چوتھا یوم تبلیغ	30. اکتوبر
مجلس مشاورت انصار اللہ جرمنی	20. نومبر
ریفریشر کورس میونخ وسٹٹگارٹ ریجن	27، 28. نومبر
ریجنل تربیتی کلاسز	25 تا 30 دسمبر

انس محمود منہاس ـــــ ایڈیشنل نیشنل جنرل سیکرٹری

شادی خانہ آبادی

خاکسار کے بیٹے عزیزم شعیب احمد پاشا کی شادی عزیزہ محترمہ امتہ الولی صاحبہ بنت مولوی عبد الحفیظ صاحب کھوکھر مربیٔ سلسلہ احمدیہ ہونسلو لندن کے ہمراہ ۲۵ جولائی ۱۹۹۲ء لندن میں بخیر وخوبی انجام پائی۔ ۲۷ جولائی کو "محمود ہال" لندن میں دعوتِ ولیمہ ہوئی جسمیں ازراہِ شفقت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شرکت فرمائی اور دولہا دولہن کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔ نیز لندن میں موجود افرادِ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگان و کارکنان نے بھی شرکت فرمائی۔ تمام احباب جماعت سے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

نسیم احمد طاہر

سیل سیل

ایشین شاپ گروس گیراؤ

20، دسمبر 92 تا 10 جنوری 93 سپیشل پیشکش

ٹلڈا باسمتی چاول

TILDA BASMATI RICE				
1	x	10 KG	=	48,50 DM
1	x	5 KG	=	24,50 DM
5	x	2 KG	=	49,00 DM
TOTA BASMATI RICE (TILDA)				
1	x	20 KG	=	39,00 DM

چپاتی آٹا
1 x 10 KG 8,00 DM

نیز دالیں مصالحہ جات اچار وغیرہ بازار سے بارعائت خرید فرمائیں۔

منجانب: چوہدری احسان احمد، چوہدری عباد اللہ

'ASIAN SHOP' KIRCHSTR- 5, 6080 GROSS GERAU.

TEL. 06152 - 2176

جلسہ سالانہ کے دوسرے روز مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے
والے مہمانوں کی حضور سے ملاقات کا منظر

جلسہ سالانہ کی خصوصی نشست کے چند سامعین

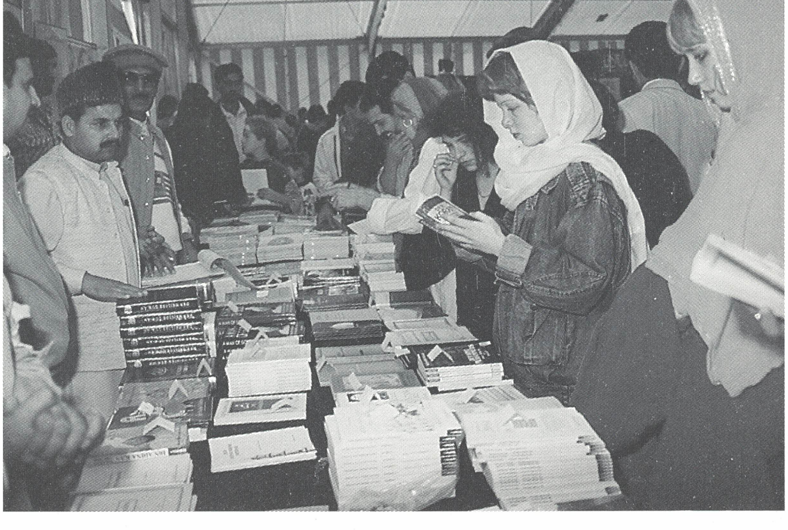

خصوصی نشست کے سامعین شعبہ اشاعت کے بک سٹال
سے اسلامی کتب حاصل کر رہے ہیں

جماعت احمدیہ جرمنی کے سترھویں جلسہ سالانہ کے سامعین

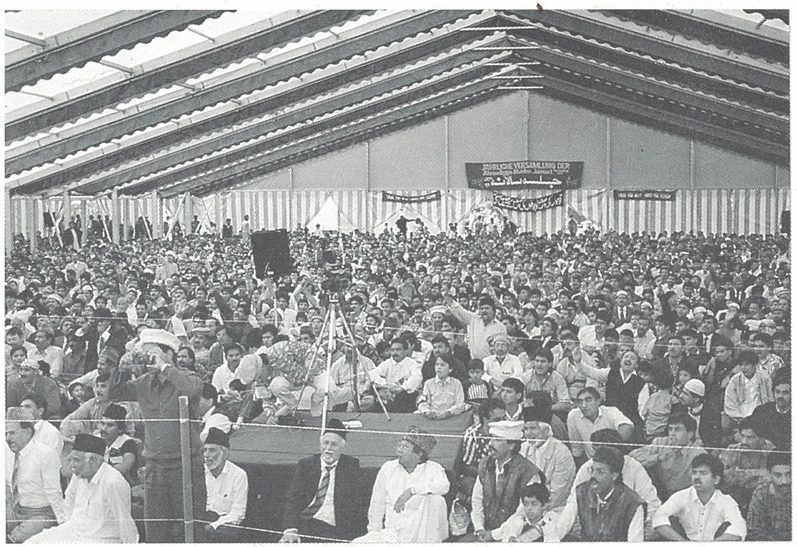

Herausgeber (Publisher): Abdullah Wagishauser, · Babenhäuser Landstr. 25 · D-6000 Frankfurt am Main 70
Tel. (069) 681485/681062 · Fax (069) 686504 · Telex 416187 islam d · Telegr.-Adr.: »Islam« Frankfurt/M.